حضرت مولانا بختیار علی نقشبندی مجددی عفی عنہٗ

{انتساب}

بندہ فقیر اپنی طالبعلمانہ کاوش اپنے شیخ و مُرشد مُحیُّ السُنہ عارف باللہ حضرت اقدس محمد فضل الرحمن صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہ وعمت فیوضہ (ساکن کامرہ) اور ولی کامل اُویس ثانی حضرت اقدس فضل وہاب صاحب دامت برکاتہ وعمت فیوضہ (عرف ماما جی، صوابی خاص) اور حضرت شیخ پیر محمد آیاز قادری صاحب دامت برکاتہ وعمت فیوضہ (چارسدہ ترنگزی) خادم خاص وخلیفہ خاص پلوڈھنڈ بابا جی صاحب مبارک صوابی) کی طرف منسوب کرتا ہے کیونکہ بندہ فقیر نے ان تینوں سمندروں سے فیض حاصل کیا ہے اوران حضرات کی صحبت کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس بندہ نااہل کو قلم کے ذریعے بھی دعوت کی توفیق عطا فرمائی۔

(فقیر بختیار علی عفا اللہ عنہ)

تقریظ نمبر ۱

جامع المعقول والمنقول، شیخ التفسیر والحدیث
حضرت العلامہ مولانا حمد اللہ جان صاحب مدظلہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ قابل التوب وغافر الذنب شدید العقاب والصلوٰۃ والسلام علی من رغب الی التوبۃ والاستغفار حیث قال طوبیٰ لمن وجد فی صحیفتہ استغفارًا کثیراً اما بعد! فانی طالعت بعض المواضع من الرسالۃ المذکورۃ فی التوبۃ والاستغفار فوجدت تلک المواضع صحیحۃ مطابقۃ لکتب الشریعۃ تقبّل اللہ تعالیٰ سعی المؤلّف وجعلہ سببا لنفع العباد اٰمین اٰمین لا ارضیٰ بواحدۃ حتی اضم الف اٰمینا۔

(العبد الراجی حمد اللہ الداجوی والصوابوی
خادم علوم القرآن والحدیث النبوی ﷺ بقلمہ)

تقریظ نمبر 2

شیخ الحدیث مفتی اعظم افریقہ حضرت
مولانا مفتی رضاء الحق صاحب

اعمال صالحہ میں استغفار وتوبہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔توبہ کی شرائط وآداب کے بارے میں حضرت مولانا بختیار علی نقشبندی مجددی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ نے استغفار وتوبہ کے نام سے ایک جامع رسالہ تحریر فرمایا۔ بندہ عاجز نے اس رسالہ کے بعض مقامات دیکھے۔رسالہ جامع اور بہتر ہے۔ بندہ ہر مسلمان سے اس کے مطالعہ کی درخواست کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنادے اور مؤلف اوران کے اہل خانہ کے لئے صدقہ جاریہ بنادے اوراس سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچادے۔مصروفیات کے ازدحام کی وجہ سے بندہ پورا رسالہ نہیں پڑھ سکا، تاہم چیدہ چیدہ مقامات نظر نواز ہوئے۔

رضاء الحق شاہ منصوری (صوابی)

پیش لفظ

حضرت مولانا شوکت علی قاسمی صاحب

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ اما بعد!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے قرآن وسنت کی صورت میں ایک دفعہ حکم نامہ جاری ہونے کے بعد عقلی طور پر اس بات کا کوئی جواز نظر نہیں آتا کہ اس حکم نامے کی خلاف ورزی کرنے والے کسی فرد کو ویسے معاف کر دیا جائے، پھر خلاف ورزی سے محض رُکنے پر الٹا اس شخص کی حوصلہ افزائی کرنا تو کسی طرح عقل میں آنے والی بات نہیں۔ اس دارِ فانی میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تلاش کیا جائے تو کسی بھی قانون پر انگلی نہیں رکھی جا سکتی کہ اس کے اندر یہ دفعہ بھی پایا جاتا ہو کہ وہ اپنے نافرمانوں کو بلا عوض معاف کر دے۔ حتیٰ کہ خود اسلام کا قضائی نظام بھی اس لچک کو برداشت نہیں کر سکتا کہ جب اس کا کوئی پیروکار ثبوت کے درجے میں کسی جرم کا مرتکب ہو جائے اور وہ اسے معاف کر کے چھوڑ دے۔ بلکہ اسے ضرور اپنے کئے بد کی سزا ملے گی۔

مگر اس کے برعکس اسلام کے دیانتی پہلو کو دیکھا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ ہی کا خاص فضل وکرم ہے کہ ایک انسان گناہ کر کے اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے طریقوں پر مرمٹتا ہے، حدود اللہ کو پھلانگتا ہوا فسق وفجور میں لت پت ہو چکا ہوتا ہے، آخرت کی بجائے دنیا کی محبت میں غافل ہوا اور اللہ رب ذوالجلال کو خاشیہ خیال میں بھی نہ لائے، حتیٰ کہ شیطان کی تابعداری اور احکام الٰہی کی مخالفت اس کا شعار بن چکا ہو۔ مگر اس کے باوجود ایسے لوگوں کے بارے ارشاد باری تعالیٰ

ہے:

"قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ" (سورۃ الزمر ۵۳)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ غفور رحیم ہے'' ہاں ایک شرط ہے وہ یہ کہ یہ شخص گناہوں پر نادم ہو کر آئندہ کے لئے نہ کرنے کا سچا اور پکا عزم کر لے کہ آئندہ گناہ کے قریب بھی نہیں پلٹے گا۔ چنانچہ مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے آیت بالا کی تفسیر میں متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے:

"فھٰذہ الاحادیث کلُّھَا دالَّة علیٰ ان المرادَ: انہ یغفر جمیعَ ذالک مع التوبةِ ولا یقنطُ عبدٌ من رحمةِ اللّٰہِ وان عَظَمَتْ ذنوبُہُ وکَثُرَتْ فانَّ بَابَ التَّوبةِ والرحمةِ واسعٌ"

(تفسیر ابن کثیر، دار طیبہ، ریاض المملکۃ السعودیۃ۔ الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۰ھ ج۷ ص۱۰۷)

پس احادیث بالا سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سارے گناہوں کی مغفرت کا تعلق ''توبہ'' کے ساتھ ہے، اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس بالکل نہیں ہونا چاہئے اگر چہ اس کے گناہ بڑے اور کثیر ہوں کیونکہ توبہ اور رحمت (الٰہی) کا دروازہ کھلا ہے، مگر اس کے باوجود یہ اللہ ذوالجلال کا احسان ہے کہ اس شرط (توبہ) کے ساتھ وہ ماضی کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ کیونکہ آئندہ نہ کرنے کا عزم تو آئندہ کے لئے ہے مگر سوال یہ ہے کہ پچھلا کھاتہ کون ہے جو بلا کسی عوض ختم کرتا ہو؟ یہی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی خصوصی مہربانی ہے جس کے بارے میں آیت بالا میں ارشاد فرمایا ہے: "اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

الرَّحِيمُ "یعنی توبہ کر کے بھی یہ کسی کا قانونی حق نہیں ہے کہ وہ پچھلی نافرمانیوں کی معافی کا مطالبہ کرے، بلکہ یہ محض اللہ کریم مہربانی ہی مہربانی ہے۔ کہ وہ ایک گناہ گار کے محض سچی توبہ پر اپنی رحمتوں کی بارش برسانا شروع کر دیتا ہے۔ صرف یہ نہیں دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الا من تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فأُلٰئك يبدّل الله سيأتهم حسنات وكان الله غفورا رحيماً} (سورۃ الفرقان:۷۰)"

"الا یہ کہ کوئی (گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو۔ ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور رحیم ہے۔"

اس آیت کریمہ میں تو اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کی گزشتہ برائیاں بھی نیکیوں میں تبدیلی کا اعلان فرمایا، اگرچہ مفسرین نے اس آیت کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ انہیں برے اعمال کی بجائے اچھے اعمال کی توفیق ہو جائے گی مگر پہلا معنی ظاہر آیت کے علاوہ بعض احادیث سے بھی مترشح ہوتا ہے لہٰذا دونوں معانیوں کے لینے میں تائب پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہی تو ہے۔ اس کے پچھلے گناہ معاف ہو کر اگلی زندگی میں اعمال حسنہ کی توفیق مل جائے یا ماضی کی برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہو جائے دونوں اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں توبہ اور استغفار کے بارے میں بہت زیادہ ترغیب آئی ہے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ استغفار پڑھا کرتے تھے، روایت میں آتا ہے:

" قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ وَاللهِ اِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً" (صحیح بخاری)

''حضرت ابو ہریرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں خود روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔''

بلکہ سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سو(۱۰۰) کا عدد منقول ہے:

''قَالَ اِنِّی لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ'' (سنن ترمذی)

''فرمایا میں دن میں سو مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں'' صحیح مسلم میں بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں آیا ہے:

''یَا اَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّی أَتُوْبُ فِی الْیَوْمِ اِلَیْہِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ'' (صحیح مُسلم)

''اے لوگوں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو میں خود دن میں اللہ تعالیٰ کی دربار میں سو(۱۰۰) مرتبہ توبہ کرتا ہوں'' حتیٰ کہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے ''ہم ایک ہی مجلس میں دیکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سو(۱۰۰) دفعہ ان کلمات کے ساتھ استغفار پڑھتے تھے:

''رَبِّ اغْفِرْ لِی وَ تُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ'' (صحیح مُسلم)

اسی طرح صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں رسول اللہ ﷺ مستورات سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ وَ أَکْثِرْنَ الاِسْتِغْفَارَ فَاِنِّی رَأَیْتُکُنَّ أَکْثَرَ أَھْلِ النَّارِ'' الخ (صحیح مُسلم)

''اے جماعت مستورات صدقات دیا کریں، اور کثرت سے استغفار کیا کریں میں نے اہل جہنم میں زیادہ عورتیں دیکھی ہیں''

استغفار کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے اچھی طرح لگایا جاسکتا ہے کہ صحیح مسلم

میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِہٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ'' الخ (صحیح مسلم)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین (۳) دفعہ استغفار (استغفر اللہ) پڑھا کرتے تھے، پھر ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ''۔۔۔الخ پڑھتے تھے''

حتیٰ کہ احادیث میں یہاں تک آیا ہے کہ جو شخص سچی توبہ کرتا ہے تو اس کے پچھلے سب گناہ ایسے معاف ہو جاتے ہیں گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں: چنانچہ عبیدہ بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ (سنن ابن ماجہ)

''گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔''

دراصل گناہ گاروں کے لئے رجوع الی اللہ کی خاطر اتنا رحم و کرم کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت تھی۔ بگڑی ہوئی قوم کو جب معافی کے راستے دشوار کر دئے جاتے ہیں تو بجائے اصلاح کے لئے مزید کوشش و جد و جہد کے وہ قوم مایوس ہو کر ہلاکت کے گھڑے میں گر جاتی ہے۔ لہٰذا یہ قرآن ہی کی حکمت کا تقاضا تھا کہ گمراہ اور بگڑی ہوئی انسانیت کے سامنے بخشش اور معافی کا اعلامیہ سنا کر ان کے دل و دماغ میں مایوسی کی بجائے امید کی کرنیں چمکا دیں توبہ کی اس نعمت کا اندازہ ذیل کے واقعات سے لگایئے:

(۱)۔۔۔ایک بوڑھے شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ساری زندگی گناہوں میں گزری ہے، کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا ارتکاب نہ کر چکا ہوں۔ اپنے گناہ تمام روئے زمین کے باشندوں پر بھی تقسیم کر دوں تو سب کو لے

ڈھوئیں۔کیااب بھی میری معافی کی کوئی صورت ہے؟فرمایا کیا تم نے اسلام قبول کرلیا ہے؟اس نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔فرمایا جا،اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور تیری برائیوں کو بھلائی سے بدل دینے والا ہے۔اس نے عرض کیا میرے سارے جرم اور قصور؟فرمایا ہاں،تیرے سارے جرم اور قصور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(تفسیر ابن کثیر،عربی،ج ۷،ص:۱۲۹)

(۲)۔۔۔۔۔اسی طرح ایک واقعہ یہ ہے،کہ ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں مسجد نبوی سے عشاء کی نماز پڑھ کر پلٹا تو دیکھا کہ ایک عورت میرے دروازے پر کھڑی ہے۔میں اس کو سلام کرکے اپنے حجرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کرکے نوافل پڑھنے لگا۔کچھ دیر کے بعد اس نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دروازہ کھولا اور پوچھا کیا چاہتی ہے؟وہ کہنے لگی میں آپ سے ایک سوال کرنے آئی ہوں مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا۔ناجائز حمل ہوا۔بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے مار ڈالا۔اب میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرا گناہ معاف ہونے کی بھی کوئی صورت ہے میں نے کہا ہرگز نہیں۔وہ بڑی حسرت کے ساتھ آہیں بھرتی ہوئی واپس چلی گئی،اور کہنے لگی ”افسوس یہ حسن آگ کے لئے پیدا ہوا تھا“ صبح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ کر جب میں فارغ ہوا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کا قصہ سنایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،بڑا غلط جواب دیا ابوہریرہ ؓ تم نے،کیا یہ آیت قرآن میں تم نہیں پڑھی:

”وَالَّذِیۡنَ لَا یَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ۔۔۔۔اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا“؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جواب سن کر میں نکلا اور اس عورت کو تلاش کرنا شروع کیا۔رات کو عشاء ہی کے وقت ملی۔میں نے اسے بشارت دی اور بتایا کہ سرکار

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے سوال کا یہ جواب دیا ہے۔ وہ سنتے ہی سجدے میں گر گئی اور کہنے لگی شکر ہے جس نے معافی کا دروازہ کھولا۔ پھر اس نے گناہ سے توبہ کی اور اپنی لونڈی کو اس کے بیٹے سمیت آزاد کر دیا۔ (محولہ بالا)

توبہ کی اہمیت، اس کی ضرورت اور تائبین کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے رحم وکرم کے معاملہ کی کچھ وضاحت سامنے آ گئی، باقی اس کی دیگر تفصیلات زیر نظر کتاب ''استغفار و توبہ'' میں ان شاء اللہ قارئین ملاحظہ فرمائیں گے۔ کسی فعل کے محض فضائل واحکام کا تذکرہ اور چیز ہے، جبکہ اس فعل کو اپنے تمام ضروری کوائف کے ساتھ متعلقہ ماہر کی طرف سے زیر بحث لانا اور شئے ہے، اول الذکر بعض اوقات معلومات کے اضافے پر جا کر رک جاتا ہے جبکہ مؤخر الذکر طریقے سے ایک فعل کی وضاحت آدمی کو عمل پر مجبور کر لیتی ہے۔ کتاب مذکور ''استغفار و توبہ'' کے موضوع پر اسی نوعیت کی ایک کڑی ہے۔ جس پر تفصیل کیساتھ لکھنے کی ضرورت تھی۔ یہ برادر محترم مولانا حافظ بختیار علی نقشبندی مجددی سلمہ اللہ کی پہلی تحریری کاوش ہے، جس میں انہوں نے قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں ''توبہ استغفار'' کے مسئلے کو خوب اجاگر کیا ہے۔ کتاب کا طرز سلیس اور صوفیانہ ہے۔ جو کہ دور حاضر کے دل ودماغ کو مدنظر رکھ کر تحریر کی گئی ہے۔ کتاب اگرچہ ''استغفار و توبہ'' کے نام سے ہے مگر توبہ کے علاوہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی عبادت، معرفت الٰہی اور گناہ اس کی اقسام اور اس سے نجات کے طریقے، پیر و مرشد اور بیعت وارشاد کے بعض امور مثلاً مراقبات وغیرہ کا تذکرہ جا بجا تحریر فرمایا ہے۔ کسی شخص میں طلب اصلاح اور توبہ کی کوئی ہلکی سی رمق بھی اگر موجود ہو، تو ایسے شخص کے لئے یہ کتاب ان شاء اللہ ہدایت کا سامان ضرور بنے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ برادر محترم کے علم وعمل میں دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے اور قلم کے ذریعے مزید دین کی خدمت نصیب فرمائے اور کتاب ھٰذا کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر عامۃ المسلمین کے لئے نافع بنائے، علاوہ ازیں بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ موصوف کی یہ کاوش ان کے لئے، ان کے والدین، اساتذہ اور دیگر رشتہ دار واحباب کے علاوہ اس سیاہ کار کے لئے بھی سعادت دارین کا ذریعہ بنا دے۔

آمین یا رب العالمین بحرمۃ سید المرسلین۔

شوکت علی قاسمی عفا اللہ عنہٗ

۴ شوال ۱۴۳۲ھ

ادارہ فرقان، صوابی

تشکر

میں اللہ تعالیٰ کا بہت حامد وشاکر ہوں کہ اُس نے مجھے کم علمی، کم عملی، کم فہمی اور کم فرصتی کے باوجود اس رسالہ کے لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہزار بار درود پاک ہو کیونکہ ان کی محبت میں اور ان کے نقش وقدم پر چلنے میں دنیا وآخرت کی نجات وفلاح ہے اور آخر میں میں اپنے بھائی ذیشان علی نقشبندی اور اپنے مخلص ساتھی حافظ محمد احمد صاحب نقشبندی اور حضرت مولانا مفتی یاسر نوید صاحب کا بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کتابت اور تصحیح میں اخلاص کے ساتھ میرے ساتھ مکمل تعاون کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان حضرات کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائے۔ اور بندہ فقیر وحقیر کی اس معمولی سی کاوش کو قبول فرمائے۔ اور بندہ کے لئے اور بندہ کے والدین اور سب اساتذہ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ٥ آمین۔ آمین آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

بختیار علی عفا اللہ عنہ

خادم مسجد صدیق اکبرؓ

(ومدرسہ صدیقیہؓ للبنات صوابی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَشْکُرُ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ عَلٰی مَآ اَلْھَمَنَا وَ نَسْئَلُہُ التَّوْفِیْقَ لِلْعَمَلِ بِمَا عَلَّمَنَا فَاِنَّ الْخَیْرَ لَا یُدْرَکُ اِلَّا بِتَوْفِیْقِہٖ وَ مَعُوْنَتِہٖ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ مِنْ خَلِیْقَتِہٖ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ وَ عَلٰی اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَہٗ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ہ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ

اللہ تعالیٰ نے انس و جن کو اپنی عبادت و معرفت اور بندگی کے لئے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ آیت باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ہ"

(سورۃ الذاریٰت آیت ۵۶)

"اور میں نے جن اور انسان کو دراصل اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں"

زندگی آمد برائے بندگی　　　زندگی بے بندگی شرمندگی

لِیَعْبُدُوْن کی تفسیر:

بعض مفسرین نے یہاں "لِیَعْبُدُوْن" کو "لِیَعْرِفُوْن" کے معنی میں لیا ہے جیسے روح المعانی میں امام مجاہد رحمۃ اللہ کا قول ہے تو اس معنی کے لحاظ سے یہ مجاز مرسل ہے۔ اور اطلاق السبب علی المسبب ہے یعنی سبب بول کر مسبب مراد لیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عبادت سبب ہے معرفت الٰہی کے لئے۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ وہ معرفت مقصود

ہے جو عبادت سے حاصل ہوئی ہو نہ کہ وہ معرفت جس کے فلاسفہ دعویدار ہیں یا ایسے لوگ جو شریعت کے خلاف ہوں اور دعویٰ کرتے ہوں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق کا جیسا کہ اس زمانے میں وہ لوگ جو چرس پیتے ہیں، نشے وغیرہ کرتے ہیں، داڑھی مُنڈواتے ہیں یا کترواتے ہیں، نماز نہیں پڑھتے اور روزہ نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا عشق اور اس کی معرفت حاصل ہو چکی ہے اور ہم اس میں مَست ہیں ہمیں عبادت کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ ہماری عبادت ہے اور کہتے ہیں کہ دل کا صاف ہونا ضروری ہے حالانکہ جب عبادت نہ ہو تو دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے ہوگی اور دل گناہ سے کیسے خالی ہوگا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ وہ معرفت مقصود ہے جو عبادت سے حاصل ہوتی ہے پس بندے سے مطلوب اللہ تعالیٰ کی عبادت، بندگی اور معرفت ہے۔

اپنی جنت خود بناؤ گے:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

معراج کی شب ساتویں آسمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، جو بیت المعمور کی دیواروں سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا: کہ ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' اپنی امت کو میرا اسلام کہہ دینا۔ اور یہ کہہ دینا کہ ''الجنۃ قیعانٌ'' جنت تمھارے حق میں چٹیل میدان ہے۔ اِس میں کوئی بھی چیز بنی ہوئی نہیں ہے۔ محلات و باغات اگر ہیں تو وہ تمہارے لئے اُس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم عمل صالح کر کے اِس کے مستحق نہ بنو۔ تم اپنی جنت خود بناؤ گے۔ بنی بنائی جنت تمہاری نہیں ہے بلکہ

تمھیں خود ہی اپنی جنت بنانی پڑے گی۔ جیسے عمل کرو گے ویسا ہی ثمرہ مرتب ہوگا۔ یعنی نیکی جتنی اور جیسی ہوگی ویسی ہی وہاں جزا ملے گی۔ تو تم یہاں بیٹھ کر جنت بناؤ پھر وہاں جا کے تمھارا مقام جنت میں ہوگا۔ تم نے کچھ عمل نہ کیا اور تم یہ امید لگائے بیٹھے رہے کہ جنت میں محلات ملیں گے تم نے بنائے ہی نہیں۔ تو ملیں گے کہاں سے؟ تم خود ہی تعمیر کرو گے تب تمھیں ملیں گے۔

معرفت الٰہی کے بارے میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: "اِنَّ دِعَامَةَ الْبَیْتِ اَسَاسُہٗ، وَدِعَامَةَ الدِّیْنِ الْمَعْرِفَةُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی، وَالْیَقِیْنُ وَالْعَقْلُ الْقَامِعُ فَقُلْتُ: بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ مَاالْعَقْلُ الْقَامِعُ؟ قَالَ: الْکَفُّ عَنْ مَعَاصِی اللّٰہِ، وَالْحِرْصُ عَلٰی طَاعَةِ اللّٰہِ" (الرسالۃالقشیریہ،مسند دیلمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھر کا ستون یعنی گھر کا تمام دارومدار اس کی بنیاد پر ہوتا ہے اور دین کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی معرفت، یقین اور عقلِ قامع (یعنی وہ عقل جو بُرائیوں سے روکے) پر ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، "عقلِ قامع" کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی خواہش کرنا۔

حضرت ابویزید بسطامیؒ فرماتے ہیں:

"اَلْمَعْرِفَةُ اَنْ تَعْرِفَ انّ حرکاتِ الْخَلْقِ وَسَکَنَاتِہِمْ بِاللّٰہِ"

''معرفت یہ ہے کہ تو اچھی طرح جان لے کہ مخلوق کی تمام حرکات وسکنات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔''

حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ عارف کی صفت میں فرماتے ہیں:

''مَنْ عَرَفَ اللّٰہ قُلَّ کَلَامُہٗ دَوَامُ تَحَیُّرُہٗ''

''جس نے اللہ تعالیٰ کو صحیح طور پر پہچان لیا، وہ گفتگو تو بہت کم کرے گا لیکن اس کی حیرت واستعجاب میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہے گا''

حضرت خواصؒ فرماتے ہیں:

''کہ ورع وتقویٰ اللہ تعالیٰ کے خوف کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف معرفتِ الٰہی کی دلیل ہے جبکہ معرفتِ الٰہیٰ سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے۔ (عوارف المعارف)

اللہ تعالیٰ کی معرفت پر دین کا دار ومدار اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے بندہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ تعالیٰ سے محبت وتعلق، دنیا سے بے رغبتی، اللہ تعالیٰ وآخرت کی طرف شوق، اور عمل میں اخلاص اور تقویٰ پیدا ہوجاتا ہے۔

یہ تمام امورِ مذکورہ معرفت الٰہی حاصل ہونے کے بعد اکمل طریقہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ جس ذات کو تو جانتا نہیں اس کا خوف تجھے کیونکر ہوگا۔ اور جس بندے میں خوفِ باری تعالیٰ نہ ہو وہ متقی کبھی نہیں بن سکتا۔ ''معرفت کہتے ہیں جان پہچان کو'' اور جس کو تو جانتا نہیں اس سے تو محبت کیسے کرے گا۔ اور محبت ہی محبت کرنے والے کو محبوب کا ہر حکم ماننے پر مجبور کرتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ کی محبت ہی تیرے دل میں نہ ہو تو اُس کے احکام واوامر کی تابعداری تیرے لئے بخوشی بجالانا محال ہوجائے گی اور

اس کی منہیات سے تو اجتناب نہ کر سکے گا۔ جاننا ہی توجہ کا سبب بنتا ہے اور جب تو اسے جانتا ہی نہیں تو اس کی طرف تیرا دل کیسے متوجہ ہوگا اور جب تو متوجہ ہی نہیں تو پھر عمل میں اخلاص کیسے آئے گا۔ اور اس کی عظمت ہی تجھے اس سے شرم اور حیاء کے لئے مجبور کرے گی۔'' تو جس کو تُو جانتا ہی نہیں اس کی تعظیم تیرے دل میں کہاں سے آئے گی۔ اور جس کی تعظیم تیرے دل میں نہ ہو تو اُس سے شرم و حیاء کیا کرے گا۔ اور جس کو تو جانتا نہیں تو اس پر بھروسہ اور یقین کیسے کرے گا۔ اور ملاقات کی خواہش اسی سے ہوتی ہے جیسے تو جانتا ہے جب تو اللہ تعالیٰ کو جانے گا نہیں تو اُس سے ملاقات کی چاہت کیس ہوگی اور جب خواہش ملاقات نہیں تو پھر تو آخرت کی طرف متوجہ کیسے ہوگا؟ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ:

''رأس العلم معرفة اللّٰہ'' سب سے بڑا علم اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے۔

احکام شریعت:

انسان شریعت کا مکلف ہے اور شریعت میں دو قسم کے احکام ہیں۔

(۱)۔۔۔۔۔ وہ احکام جن کا تعلق دل سے ہے اور انہیں احکام اصلیہ کہتے ہیں جیسے علم عقائد اور علم تصوف، اعتقادیات کے جاننے کا نام علم کلام یا علم عقائد ہے اور ملکاتِ نفسانیہ اور اخلاق باطنہ کے جاننے کا نام علم تصوف ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔ دوسرے وہ احکام ہیں جن کا تعلق قلب سے نہیں بلکہ اعضائے ظاہرہ سے ہے جن کو احکام عملیہ فرعیہ کہتے ہیں۔ جیسے عبادات، معاملات، معاشرت، حکومت و سیاست وغیرہ۔ انہیں احکام کے جاننے کا نام علم فقہ ہے۔ جب انس و جن کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی و معرفت ہے تو پھر اُن پر اللہ تعالیٰ کی بندگی واجب ہے۔ اور بندگی حاصل کرنے

کے لئے ضروری ہے کہ اپنی روحانی بیماریوں کو پہچان لیں اور پھران کو دور کرنے کی کوشش کریں تا کہ آہستہ آہستہ تمام روحانی امراض ختم ہوجائیں اور ایمانی وروحانی صحت حاصل ہوجائے۔

توبہ کی ضرورت:

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

''پیدائش سے موت تک گناہوں سے پاک رہنا فرشتوں کا کام ہے اور تمام عمر گناہوں میں غرق رہنا شیطان کا۔ جبکہ نادم ہوکر توبہ کرنا اور معصیت کی راہ چھوڑ کر شاہراہ عبادت میں قدم دھرنا حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کا کام ہے جس آدمی نے توبہ کر کے پچھلے گناہوں کی تلافی کرلی اس نے حضرت آدمؑ سے اپنی نسبت درست کرلی اور جس نے مرتے دم تک گناہوں پر اصرار کیا اس نے شیطان سے اپنی نسبت مضبوط کرلی''۔

ایمانی وروحانی صحت حاصل کرنے کے لئے نیز اعمال واخلاق درست کرنے کے لئے رجوع الی اللہ ضروری ہے جبکہ غفلت میں گزری ہوئی زندگی پر ندامت اور گناہوں سے توبہ اور مستقبل کے لئے عمل صالح اور عمل صالح پر استقامت اور گناہ سے بچنے کے لئے ہمت ودعا اور استغفار کا سہارا لیں۔ اس لئے کہ استغفار وتوبہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ جو آدمی اپنی حالت پر غور کرے گا تو دیکھے گا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی گناہ کی بات ہوجاتی ہے اس لئے توبہ کی ہر وقت ضرورت ہے خواہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ ہو فی الفور توبہ کرنا واجب ہے۔ پس جب توبہ کرنے میں جلدی کرتا ہے تو اس کا گناہ مٹ جاتا ہے، جیسا کہ نجاست جب تک تر رہتی ہے، آسانی سے دور ہوجاتی ہے۔

حضرت ابوبکر واسطیؒ فرماتے ہیں:

''اَلتَّأَنِيُّ فِيْ كُلِ شَيْءٍ حَسَنٌ اِلَّا فِيْ ثَلَاثِ خِصَالٍ: عِنْدَ وَقْتِ الصَّلَاةِ، وَعِنْدَ دَفْنِ الْمَيِّتِ، وَالتَّوْبَةِ عِنْدَ الْمَعْصِيَةِ'' (تنبیہ)

''کہ ہر معاملہ میں سوچ وبچار اور تاخیر ایک اچھی عادت ہے مگر تین باتوں میں سستی اور تاخیر کسی طرح جائز نہیں ہے۔

۱۔ نماز کا وقت ہو جانے پر نماز پڑھنے میں۔

۲۔ میت کو دفن کرنے میں۔

۳۔ گناہ کے بعد توبہ کرنے میں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَتُوْبُوْا اِلَى اللهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝''

(سورۃ نور آیت ۳۱)

''تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''

مایوس نہ ہو اہل زمین اپنی خطا سے

تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دُعا سے

اللہ تعالیٰ کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ گناہ سے پاک ہو اور اپنے اعمال واخلاق، عبادات ومعاملات کے ترازو کے دونوں پلڑوں کو برابر رکھ کر زندگی گزارے۔ جس طرح گناہ سے استغفار کیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی قربت کے لئے بھی استغفار کیا جاتا ہے۔

توبہ کی طاقت

اللہ تعالیٰ، حضرت آدمؑ اور شیطان کے مابین مکالمہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ (مہتمم دار العلوم دیوبند) فرماتے ہیں: کہ جب آدم علیہ السلام اور شیطان کی دشمنی ٹھن گئی تو شیطان، آدم علیہ السلام کا حاسد اور فریبی دشمن تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو تاج خلافت پہنا دیا گیا۔ جنتوں کے وعدے کئے گئے۔ تو شیطان کو فکر ہوئی، اس نے کہا۔ یا اللہ! آدم (علیہ السلام) بہر حال میرا دشمن ہو گیا، میں اسکا دشمن۔ اسکے پاس عقل بھی ہے اور اسباب ہدایت بھی ہیں یو تو میرا ناطقہ بند کر دے گا۔ کچھ قوت مجھے بھی دے دیجئے کہ میں اس پر غالب رہوں۔

حق تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے تجھے اکثریت کی قوت دی'' آدم علیہ السلام کا اگر ایک بیٹا ہوگا، تو تیرے (۱۰) بیٹے ہوں گے۔ اس کے سو (۱۰۰) ہونگے، تیرے ایک ہزار ہونگے۔ تو ہمیشہ اکثریت میں رہے گا۔ یہ ایک ارب ہوں گے تو دس (۱۰) ارب ہوگا۔

مگر وہ بھی بڑا ہوشیار ہے۔ اس نے دیکھا کہ بعض دفعہ تو اقلیت بھی اکثریت پر غالب آجاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اکثریت ہی کا غلبہ ہو۔ اس نے عرض کیا۔ یا اللہ! بے شک میں اکثریت میں ہو گیا۔ لیکن اگر اقلیت طاقتور ہو وہ تو اکثریت پر غالب آجاتی ہے، اسلئے مجھے اور طاقت دیجئے۔

فرمایا: تجھے یہ طاقت دیتے ہیں کہ تو آدم علیہ السلام کے بدن میں اسطرح سرایت کر سکے گا جیسے خون رگوں میں دوڑتا ہے۔ کہنے لگا ''اب میں اسے پچھاڑ سکوں گا'' اس لئے اس کے اندر گھس کے قلب میں وسوسے ڈالوں گا، دماغ کو خراب کر دوں گا۔ اور جو چاہے

اندر جا کے کروں گا۔اب مجھے طاقت مل گئی۔اور وہ مطمئن ہو گیا۔

اب حضرت آدم علیہ السلام کو فکر پڑی کہ اس کم بخت کی یہ طاقت کہ میرے اندر گھس جائے ،میرے اندر تو یہ طاقت نہیں کہ اس کے اندر گھس سکوں تو یہ غالب رہے گا اور سب کو جہنمی بنا دے گا۔ یا اللہ! مجھے بھی تو کوئی قوت دیجئے۔

حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ ’’(حضرت) آدمؑ کو بھی ہم ایک طاقت دیتے ہیں کہ شیطان کی ہزار برس کی کاروائیاں ایک دم میں سب ملیا میٹ ہو جائیں گی۔اور وہ ایسے چت ہو گا کہ چاروں شانے لگ جائیں گے‘‘

کفر تک کرلو۔توبہ نصیب ہو،ایک منٹ میں سارا کفر ختم ہو جائے گا اس نے سو(۱۰۰) برس کفر کرایا۔تم نے ایک سچی توبہ کی وہ سارا سو(۱۰۰) برس کا کفر ختم ہو جائے گا۔اسکی ساری کارستانیاں ختم ہو جائیں گی۔تو توبہ اتنی بڑی طاقت ہے کہ شیطان بھی اس سے عاجز ہے۔اس لئے آدمی توبہ نہ چھوڑے۔ذراسی گناہ کی بات ہوئی فوراً توبہ کرے۔

گناہ کی تعریف اور اس کی اقسام

تعریف: ’’اَلذَّنْبُ عِبَارَۃٌ عَنْ کُلِّ مَا ھُوَ مُخَالِفٌ لِاَمْرِ اللہِ تَعَالٰی فِیْ تَرْکٍ اَوْ فِعْلٍ

(احیاء العلوم)

’’ہر وہ کام جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہو گناہ کہلاتا ہے، چاہے اللہ تعالیٰ نے اُس کام کو کرنے کا حکم دیا ہو یا نہ کرنے کا‘‘۔

گناہ کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم: گناہ کبیرہ اور دوسری قسم: گناہ صغیرہ۔ ذیل میں دونوں کی تفصیل ملاحظہ ہے۔

گناہ کبیرہ:

گناہ کبیرہ کی تعداد میں حضرت امام محمد غزالیؒ بہت روایات نقل کر کے فرماتے ہیں: کہ نہ ان سے کبائر کا احاطہ ہوتا ہے، اور نہ کوئی جامع تعریف سامنے آتی ہے، ہمارے خیال میں تو کبیرہ ایک مبہم لفظ ہے نہ لغت میں اس کے مخصوص معنیٰ ہیں اور نہ شرع میں اس لئے کہ کبیرہ وصغیرہ اضافی امور ہیں ہر گناہ اپنے چھوٹے کی بہ نسبت بڑا اور بڑے کی نسبت چھوٹا ہے۔

اور بعض علماء کا یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ کبائر مبہم ہیں، ان کی تعداد متعین نہیں کی جاسکتی، جس طرح شب قدر متعین نہیں ہے، یا جمعہ کی وہ ساعت معلوم ومخصوص نہیں ہے جس میں دُعائیں قبول ہوتی ہیں، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کے قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ تم بعض کاموں کو بال سے زیادہ معمولی تصور کرتے ہو، حالانکہ ہم سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں انہیں کبائر سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب گناہ کبیرہ کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''گناہ کبیرہ وہ ہوتا ہے جس پر قرآن میں کوئی شرعی حد یعنی سزا دُنیا میں مقرر کی گئی ہو جیسے قتل، زنا، چوری وغیرہ، یا جس پر لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یا جہنم وغیرہ کی وعید آئی ہے وہ سب گناہِ کبیرہ ہیں، اسی طرح ہر وہ گناہ بھی کبیرہ میں داخل ہوگا جس کے مفاسد اور نتائج بد کسی کبیرہ گناہ کے برابر یا اس سے زائد ہوں۔ اسی طرح جو گناہ صغیرہ جرأت و بے باکی کے ساتھ کیا جائے یا جس پر مداومت کی جائے تو وہ بھی کبیرہ میں داخل ہوجاتا ہے۔

(معارف القرآن، سورۃ نساء آیت ۳۱)

گناہ کبیرہ کی تعداد میں مختلف روایات:

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ یہ نو (۹) ہیں۔

۱۔۔۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

۲۔۔۔کسی نفس (انسان) کو بغیر کسی حق کے قتل کرنا

۳۔۔۔پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا

۴۔۔۔زنا کرنا

۵۔۔۔میدان جہاد سے بھاگنا

۶۔۔۔جادو

۷۔۔۔یتیم کا مال کھانا

۸۔۔۔مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا لیکن بتصریح احادیث حالت کفر میں بھی ان کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنا

۹۔۔۔حرم میں گناہ کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نے ان نو کے ساتھ سود کھانے کا اضافہ کر کے دس شمار کئے ہیں۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے ان دس کے ساتھ چوری کرنا اور شراب پینا شامل کر کے بارہ بیان کئے ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ ہر وہ گناہ جس کا فساد ان مذکورہ گناہوں کے فساد کے مثل ہو یا اُس سے زیادہ ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے۔اور بعض فرماتے ہیں

کہ وہ گناہ جس پر صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خصوصیت سے وعید فرائی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔اور بعض فرماتے ہیں کہ ہر وہ معصیت جس پر بندے نے اصرار کیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔اور ہر وہ گناہ جس سے بندہ نے استغفار کرلیا ہو وہ صغیرہ گناہ ہے۔اور صاحب کفایہ نے فرمایا ہے کہ حق یہ ہے کہ یہ دونوں اضافی نام ہیں جن کی بذات خود کوئی تعریف نہیں کی جاسکتی پس ہر وہ گناہ جس کی اضافت کی جائے اس سے اُوپر کی جانب تو یہ گناہ صغیرہ ہے۔ اور اگر اضافت کی جائے اس سے نیچے کی جانب تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔اور ''کفر'' مطلق گناہ کبیرہ کہلاتا ہے اس لئے کہ اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ (شرح عقائد نسفی)

گناہ کبیرہ کی تفصیل: ہم اسے دو اعتبار سے بیان کریں گے، عمل کے اعتبار سے اور بخشش کے اعتبار سے۔

(۱) عمل کے اعتبار سے:

روایت کے تلاش سے گناہ کبیرہ سترہ ہیں جن میں سے چار کا تعلق دل کے ساتھ، چار کا زبان کے ساتھ، تین کا پیٹ کے ساتھ، دو کا شرمگاہ کے ساتھ، دو کا ہاتھ کے ساتھ، ایک کا پاؤں کے ساتھ اور ایک کا تعلق پورے بدن کے ساتھ ہے۔اب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

دل سے متعلق گناہ یہ ہیں:

(۱)۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

(۲)۔۔۔۔۔گناہ پر اصرار کا عزم وارادہ

(۳)۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا

(۴)۔۔۔۔۔اس کے عذاب سے بے پرواہ ہونا۔

زبان سے صادر ہونے والے گناہ:

(۱)۔۔۔۔۔جھوٹی گواہی

(۲)۔۔۔۔۔پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانا۔

(۳)۔۔۔۔۔یمین غموس (یعنی جھوٹی قسم)

(۴)۔۔۔۔۔سحر وجادو کرنا۔

پیٹ سے متعلق گناہ:

(۱)۔۔۔۔۔شراب پینا۔

(۲)۔۔۔۔۔یتیم کا مال کھانا۔

(۳)۔۔۔۔۔سود کرنا۔

شرمگاہ سے متعلق گناہ:

(۱)۔۔۔۔۔زنا۔

(۲)۔۔۔۔۔لواطت۔

ہاتھ سے متعلق گناہ:

(۱)۔۔۔۔۔کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا۔

(۲)۔۔۔۔۔چوری کرنا۔

پاؤں سے متعلق گناہ:

جہاد سے بھاگنا۔

پورے **بدن** سے متعلق گناہ:

اور وہ صرف ایک گناہ ہے جس کا تعلق پورے بدن سے ہے وہ والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔ بعض حضرات نے اس سے بھی زیادہ گناہ کبیرہ شمار کئے ہیں۔

(۲) بخشش کے اعتبار سے:

بخشش کے اعتبار سے کبیرہ گناہوں کی چار قسمیں ہیں۔

(۱)۔۔۔۔۔وہ جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے جیسے کفر اور اسی کو شرک باللہ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔وہ جس کے بارے میں یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ استغفار اور نیکیوں سے معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسے گناہ صغیرہ۔ (یعنی وہ گناہ جو صغیرہ سے کبیرہ بن گیا ہو)

(۳)۔۔۔۔۔وہ گناہ جو توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں اور توبہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے خواہ معاف کرے یا نہ کرے۔ جیسے وہ گناہ کبیرہ جن کا تعلق حقُ اللہ سے ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔آخری وہ قسم جس میں بدلہ دینا ہوگا بدلہ دیئے بغیر معافی نہ ہوگی جیسے بندوں کے حقوق۔ دنیا میں اس کی صورت یہ ہے کہ وہ چیز اصل مالک کو دے دی جائے یا اس کا عوض دے دیا جائے۔ یا اس سے یہیں (دنیا میں) معاف کرالیا جائے ورنہ آخرت میں بدلہ ایسا ہوگا کہ صاحب حق کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے یا اس کی نیکیاں صاحب حق کو دے دی جائیں گی۔ (جواہر الفرائد بتغییر یسیر)

گناہ صغیرہ:

گناہ صغیرہ وہ ہے جو گناہ کبیرہ کے علاوہ ہو یعنی جس پر صاحب شریعت نے وعید

نہ فرمائی ہواور ہر وہ گناہ جس کا فساد گناہ کبیرہ کے فساد کے مثل نہ ہو۔ اگر کوئی شخص ہمت کر کے کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کے صغیرہ گناہوں کو وہ خود معاف فرمائیں گے۔ جیسے آیت باری تعالیٰ ہے:

''اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا۝). (سورۃ نسآء آیت ۳۱)

''اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کر دینگے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کر دینگے تم کو عزت کے مقام میں''

گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا البتہ گناہ صغیرہ وضو اور دیگر عبادات سے معاف ہو جاتے ہیں۔

گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کی مثال:

(۱)۔۔۔۔۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت نے فرمایا صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چھوٹی چھنگاری اور ایک بڑا انگارہ۔ اگر کوئی یہ چھوٹی چھنگاری صندوق میں رکھ لے تو کیا اس سے آگ لگے گی کہ نہیں؟ نقصان کتنا بڑا کرے گی؟ تو اسی طرح گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اس سے بندہ کو نقصان ہوتا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔ایک بزرگ کا قول ہے کہ کبیرہ گناہ کی مثال بڑے سانپ کی طرح ہے اور صغیرہ گناہ کی مثال چھوٹے سانپ کی طرح ہے تو سانپ دونوں طرح کے مضر ہیں اور ان سے بچنا ضروری ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔ایک بزرگ سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا۔ کہ گناہ کو نہ دیکھو بلکہ اس ذات کو دیکھ جس کی تم نافرمانی کرتے ہو۔

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ صَغِيْرًا　　　اِنَّ الصَّغِيْرَ غَدًا يَّعُوْدُ كَبِيْرًا

''صغیرہ گناہوں کو بھی حقیر مت سمجھو کیونکہ یہ صغیرہ گناہ کل کبیرہ ہو جائیں گے۔''

اِنَّ الصَّغِيْرَ وَلَوْ تَقَادَمَ عَهْدُهٗ　　　عِنْدَ اللّٰهِ مُسْطَرٌ تَسْطِيْرًا

''گو گناہ چھوٹے چھوٹے ہوں اور انہیں کئے ہوئے بھی عرصہ گزر چکا ہو، اللہ کے پاس وہ صاف صاف لکھے ہوئے موجود ہیں۔''

کوئی نہ کوئی گناہ ہوتا رہتا ہے:

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: ''ہر شخص پر توبہ فرض عین ہے، کیونکہ کوئی بھی ہاتھ پاؤں عملی گناہ سے خالی نہیں۔ اگر عملی گناہ نہ بھی ہو تو دل سے گناہ کا ارادہ ہی ہوگا اور اگر یہ بھی نہ ہوگا تو شیطانی وسوسے ضرور آئیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل بنانے والے ہوں گے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت کے حصول میں کوتاہی اور غفلت سے تو کوئی بھی خالی نہیں۔ اہل ایمان کے احوال، مقامات اور مراتب مختلف ہیں۔ اس لئے گناہوں کا یہ تفاوت ہوتا ہے۔ ہر حالت کی طاعتیں، گناہ اور حدود وشرائط جدا جدا ہیں۔ ان حدود وشرائط کی پابندی اطاعت ہے اور مخالفت یا غفلت گناہ ہے اس لئے ہر شخص توبہ کا محتاج ہے۔ چونکہ لوگوں کے مراتب مختلف ہیں اس لئے ہر شخص کی توبہ جدا ہے جن کا بیان آگے آ رہا ہے۔

بہر حال کوئی بندہ ایسا نہیں جس سے کوئی غلطی اور خطاء نہ ہوئی ہو۔ انبیاء علیہم

السلام اس سے بَری ہے اسی لئے وہ فضلیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ انسان جب سوچتا ہے تو کوئی دن رات ایسے نہیں ملتے جو گناہ سے خالی ہوں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

”عَنْ اَنِسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّآءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّآئِیْنَ التَّوَّابُوْنَ“ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ابن ماجہ باب ذکر التوبہ ص ۳۲۳)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (انبیاء کے علاوہ) ہر آدمی خطا کار ہے، اور خطا کاروں میں اچھے وہ ہیں جو مخلصانہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں“۔

اگر آدمی غور کرے تو اس سے کوئی نہ کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ ہم عوام تو صرف قتل و زنا کو گناہ سمجھتے ہیں، یہ تو ہیں ہی گناہ کبیرہ، لیکن ان کے علاوہ بھی بہت سے گناہ ہیں جن میں اکثر لوگ مبتلا ہیں لیکن ہم انہیں گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

حکایت: حضرت جنید بغدادیؒ کی حکایت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو سوال کرتے دیکھا جو کہ صحیح وتندرست تھا آپ نے دل میں کہا کہ یہ شخص صحیح سالم ہے اور پھر بھی بھیک مانگتا ہے۔ رات کو اپنے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آپ کے پاس مردار لے آیا اور کہا کہ اس کو کھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے کیونکر کھاؤں اس شخص نے جواب دیا کہ آج صبح تم نے اپنے ایک بھائی کا گوشت کھایا ہے تو اس کے کھانے میں کیوں تأمل ہے انہوں نے کہا کہ میں نے تو غیبت نہیں کی۔ اس شخص نے جواب دیا کہ گو زبان سے غیبت نہیں کی لیکن دل میں اس کو حقیر تو سمجھا تھا اور دل ہی سے تو سب کچھ ہوتا ہے۔ جنید بغدادیؒ بہت گھبرائے اور اس فقیر کے پاس پہنچے وہ کوئی کامل شخص تھا ان کو دیکھتے ہی کہا: ”وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ“ (ترجمہ) ”وہی ہے جو اپنے بندوں

کی توبہ قبول کرتا ہے۔''

اِس قسم کے گناہوں کی طرف کبھی ہمارا ذہن بھی نہیں جاتا کہ یہ بھی گناہ ہیں اسی طرح ہمارے بدن کے بعض اعضاء کے ایسے گناہ ہیں کہ ان کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا بلکہ نہایت بے تکلفی اور دلیری سے کیا جاتا ہے۔

جیسی ہماری زبانیں بہت بے باکی سے چلتی ہیں۔ کبھی غیبت، کبھی جھوٹ، چغلی، بہتان وغیرہ یہ سب کبائر میں سے ہیں لیکن ہم ان کو گناہ نہیں سمجھتے اور نہ ان پر اپنے نفس کو ملامت کرتے ہیں۔ دنیاوی مجالس اور عورتوں کی مجالس کا تو کیا کہنا ہماری دینی مجالس ،مساجد و مدارس جبکہ ان کا بنیادی مقصد اصلاح نفس وتقوٰی ہے تو وہ بھی اکثر اسی قسم کے گناہوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب ہم مذکورہ بالا گناہوں کو ارادۃً کانوں سے سنتے ہیں تو یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح اگر آنکھوں کے استعمال کو دیکھا جائے تو اکثریت بدنظری کے گناہ میں مبتلا ہے حالانکہ بدنظری کو آنکھوں کا زنا کہا گیا ہے اور محققین کی نزدیک بدنظری ''ام الخبائث'' کی مانند ہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس کی آنکھوں کی حفاظت نہیں تو اس کے دل کی حفاظت نہیں ہوسکتی اور جب دل گناہوں سے محفوظ نہیں تو پھر شرم گاہ کو گناہ سے بچانا مشکل ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں وہ بغیر ضرورت کے کسی جائز چیز کو بھی نہیں دیکھتے اور نہ بلا فائدہ کلام کرتے ہیں کیونکہ اس سے دل میں غفلت آجاتی ہے اور غفلت امّ الامراض میں سے ہے۔

واقعہ: ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک کمرے میں پانچ سال گزارے تھے کسی نے اس سے اسی کمرے کی چھت کے رنگ کے بارے میں پوچھا تو

اس نے کہا کہ کبھی دیکھنے کی ضرورت نہیں آئی اس لئے میں نے دیکھا بھی نہیں۔

اس آیت کو سامنے رکھ کر ہاتھ پاؤں کے اعمال کے بارے میں سوچنا چاہیے (اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ٥) ....(سورۃ یٰسین)

"آج ہم مہر لگا دینگے ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے"۔ اپنے اعمال کی اصلاح کے لئے ہمت کر کے اللہ تعالیٰ سے گناہ سے بچنے کی توفیق مانگنی چاہیے۔ اس کے علاوہ اپنے باطن یعنی دل و دماغ کے بارے میں سوچیں کہ ہمارے کتنے ارادے شریعت کے خلاف ہیں؟ ہمارے نیک اعمال میں اخلاص ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہماری محبت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہے یا غیروں سے زیادہ ہے۔ ہمارے دل دنیا کی محبتوں سے بھرے ہوئے ہیں اور آخرت کی فکر اور محبت کی سوچ بھی نہیں، ہاں جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں تو ان کے دل جب ایک لحظہ کے لئے بھی اللہ سے غافل ہو جائیں یا غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں تو وہ اس کو گناہ سمجھ کر اس پر استغفار کرتے ہیں۔ کیونکہ اولیاء اللہ کی زبانیں بوقت ضرورت تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتی ہے جیسے لوگوں کیساتھ معاملات اور تعلقات وغیرہ قائم رکھنے کے وقت کلام کرنا۔ لیکن ان کے دل کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ با خدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

ہم اگر عقائد پر نظر ڈالیں تو دن بدن نت نئے فرقِ باطلہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر

عبادات پر نظر ڈالیں تو اکثر لوگ پانچ وقت نماز بھی پابندی سے نہیں پڑھتے اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو وہ بھی عادت کے طور پر پڑھتے ہیں۔ یعنی خشوع وخضوع اور اخلاص کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ اگر معاملات میں غور کریں تو اکثر معاملات جھوٹ، دھوکہ، خیانت اور وعدہ خلافی سے خالی نہیں ہوتے حالانکہ حدیث پاک میں یہ علامتیں منافق کی بیان کی گئی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ ''اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ'' .... (متفق علیہ)

''منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اُس میں خیانت کرے۔''

اگر اخلاق پر غور کریں تو بے حیائی عام ہے نہ شریعت کا کوئی لحاظ ہے اور نہ انسانیت کا کوئی خیال ہے۔ نہ بڑوں کی عزت اور نہ چھوٹوں پر شفقت۔ محبت کے بجائے بُغض، صلہ رحمی کے بجائے قطع تعلقی اور حسد وغیبت ونفرت تو عام ہے الا ماشآء اللہ۔ حالانکہ یہ سب گناہ کبیرہ ہیں اور سنت کے بجائے رواج اور اللہ تعالیٰ سے خوف کے بجائے مخلوق سے خوف اور آخرت سے محبت کے بجائے دنیا سے محبت اور آخرت کے لئے محنت کم اور دنیا کے لئے محنت زیادہ۔ اس لئے مذکورہ بالا تمام اعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے بندہ کے لئے استغفار وتوبہ واجب ہے اس لئے کہ استغفار وتوبہ کے بغیر آدمی گناہ سے پاک نہیں ہوتا۔

توبہ کن مردانہ سر آور بَرَہ
کہ فمن یعمل بمثقال یَرَہ (معارف مثنوی)

ترجمہ: اے مخاطب! مردانہ وار توبہ کر گناہوں سے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں

قدم رکھ دے کیونکہ کب تک خدا سے دور رہ کر گناہ کرتا رہے گا۔ اور جب کہ ہر ذرّہ ذرّہ عمل کو تُو قیامت کے دن اپنے اعمال نامہ میں موجود پائے گا۔

گناہ کے نقصانات:

جب تم اپنی زندگی میں تنگی اور رزق میں کمی محسوس کرنے لگو تو سمجھو کہ تم اپنے رب کے حکم کو چھوڑ گئے ہو اور خواہش نفس کے پیچھے لگے ہو، گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کو دنیوی واُخروی آفات میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جیسے گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی ویسی سزا ملے گی۔ اس مختصر رسالہ میں تمام گناہوں کے نقصانات تفصیل کیساتھ ذکر کرنا ممکن نہیں، البتہ یہاں پر چند نقصانات ذکر کئے جاتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)۔۔۔۔۔گناہ کرنے سے دل سیاہ ہوجاتا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔دل میں اللہ تعالیٰ کا حضور ختم ہوکر غفلت پیدا ہوجاتی ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔دِل سخت ہوجاتا ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔سکون قلب ختم ہوکر بے چینی آجاتی ہے۔

(۵)۔۔۔۔۔چہرے سے تقوٰی کا نور ختم ہوکر گناہوں کی تاریکی آجاتی ہے۔

(۶)۔۔۔۔۔عزت ورُعب ختم ہوکر ذلّت ورسوائی آجاتی ہے۔

(۷)۔۔۔۔۔نیک عمل کی توفیق سلب ہوجاتی ہے۔

(۸)۔۔۔۔۔گناہ کرنے پر دلیری پیدا ہوجاتی ہے۔

(۹)۔۔۔۔۔زندگی ورزق میں تنگی آجاتی ہے اور برکت ختم ہوجاتی ہے۔

(۱۰)۔۔۔۔۔خواہشات زیادہ ہوجاتے ہیں۔

(۱۱)۔۔۔۔۔آخرت سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۱۲)۔۔۔۔۔دنیا کا حرص بڑھ جاتا ہے۔

(۱۳)۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

(۱۴)۔۔۔۔۔مستحق عذاب بن جاتا ہے۔

(۱۵)۔۔۔۔۔شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔

(۱۶)۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کا دشمن بن جاتا ہے۔

(۱۷)۔۔۔۔۔وقت کو ضائع کر دیتا ہے۔

(۱۸)۔۔۔۔۔ذہن، عقل اور صحت خراب اور کمزور ہو جاتے ہیں۔

(۱۹)۔۔۔۔۔شجاعت ختم ہو کر آدمی بزدل بن جاتا ہے۔

(۲۰)۔۔۔۔۔انسان ظالم بن جاتا ہے۔

ایک عارف کا قول:

ایک عارف کا قول ہے جب تم معاش کی تنگی اور بگاڑ اور رزق کی دشواری اور ابتری دیکھو ''فَاعْلَمْ اَنَّکَ تَارِکٌ لِاَمْرِ مَوْلَاکَ تَابِعٌ لِھَوٰکَ'' (تو سمجھو کہ تم اپنے آقا کے حکم کے چھوڑنے والا ہو اور خواہش نفس کے پیچھے پڑے ہو)۔ اگر دیکھو کہ ظالموں کے ہاتھ اور زبانیں تم پر مسلط ہیں اور ستمگار تم کو جان و مال اور اولاد کا کچھ دکھ دے رہے ہیں ''فَاعْلَمْ اَنَّکَ مُرْتَکِبٌ لِلْمَنَاھِیْ وَمَانِعٌ لِلْحُقُوْقِ وَمُتَجَاوِزٌ لِلْحُدُوْدِ وَمُمَزِّقٌ لِلرُّسُوْمِ'' (تو جان لو کہ تم ممنوعات کے مرتکب ہو بندوں کے حقوق روک رہے ہو۔ مقررہ حدود سے آگے بڑھ رہے ہو اور قوانین کو توڑ رہے ہو)۔ اگر دیکھو کہ رنج و غم اور بے چینیاں

دل میں دن بدن بڑھ رہی ہیں تو سمجھو کہ تم اللہ کی قضاء وقدر پر معترض ہو۔ اللہ کے وعدہ کو جھوٹا جانتے ہو تم کو اس پر اعتماد نہیں جو تمھارے اور مخلوق کے متعلق وہ کرتا ہے جب توبہ کرنے والوں کو اپنے حال پر غور وخوض کرنے سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے تو وہ پشیمان ہو جاتے ہیں۔

گناہ کرنے کے اسباب

گناہ کرنے کے بنیادی طور پر دو (۲) اسباب ہیں۔

(ا) **حرام رزق کھانا:** اسلام میں حلال لقمہ کھانا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کی سب سے پہلی شرط ہے۔ حرام لقمے سے کبھی اللہ تعالیٰ کا قرب پیدا نہیں ہوتا بلکہ نیکی کی توفیق بھی چھن جاتی ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ جائز کمائی کھاتے ہیں ان کے دل میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے اور نیک کام کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ناجائز کمائی کھا کر نیکی کی توفیق چھن جاتی ہے اور سرکشی کرنے اور برے کام کرنے میں رغبت اور شوق بڑھتا ہے۔

وجہ اِس کی یہ ہے کہ حرام رزق کھانے سے خواہشات پیدا ہوتے ہیں اور ان سے جو خون جسم میں پیدا ہو جاتا ہے وہ خون بھی ناپاک وحرام ہوتا ہے۔ تو ناپاک خون سے جسم میں جو طاقت پیدا ہوتی ہے وہ طاقت بھی ناپاک عمل پر استعمال ہو جاتی ہے اور نیک عمل کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہوتی اس لئے کہ قربِ الٰہی اور تقویٰ یعنی گناہ سے بچنا اور اعمال صالحہ کا دارمدار رزق حلال پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے حرام چیزوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اور حلال و پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے۔ آیت باری تعالیٰ ہے:

(یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝) ۔۔۔۔۔۔(سورۃ البقرہ آیت ۱۶۸)

''اے لوگوں کھاؤں ان چیزوں میں سے جو زمین میں موجود ہے پاک چیزیں اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

''عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰہ عنہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ (یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ) (المؤمنون ۵۱) وَقَالَ (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ) (البقرہ آیت ۷۲) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟

(بحوالہ اربعین نووی رحمہ اللہ) صحیح مسلم الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب و تربیتھا حدیث ۱۰۱۵)

''سیدنا حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ صرف پاک چیز ہی قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے میرے رسولوں پاکیزہ چیزیں کھاؤں اور اچھے اعمال کرو اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے فرمایا اے ایمان والوں ہم جو پاکیزہ چیزیں تمھیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور مثال اس شخص کا حال ذکر کیا جو طویل سفر کرے اس کے بعد پراگندہ اور گرد آلود ہو اور

وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر یارب یارب کہے یعنی وہ اپنے مقاصد کے لئے دعائیں مانگتا ہے مگر اس کی حالت یہ ہو کہ اس کا کھانا پینا لباس اورغزا ہر چیز حرام ہوتو اس کی دعا کیسے قبول ہو''

مذکورہ بالا حدیث میں رزق حلال کی اہمیت اور رزق حرام کی مذمت خوب واضح ہے کہ دعاؤں اور اعمال صالحہ کی قبولیت اور قرب الٰہی اور گناہ سے بچنے کا توفیق اور اعمال صالحہ پر اجر وثواب کا دارومدار رزقِ حلال پر ہے اور رزق حلال ان کے لئے بمنزل شرط ہے۔ رزق حلال کو اللہ تعالیٰ نے اتنی اہمیت دی ہے اور اتنی تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ پیغمبروں اور اہل ایمان کو الگ الگ خطاب فرمایا جیسے یَآاَیُّھَا الرُّسُلُ (الخ) اور یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الخ)

اور حرام رزق کے بارے حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

''عَنْ جابِرٍ قَالَ قَالَ رَسوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ''

(مشکوٰۃ رواہ احمد والدارمی)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی ہو وہ سزا بھگتے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور ہر ایسا گوشت یعنی جسم جو حرام مال سے نشو ونما پائے وہ دوزخ کی آگ کے زیادہ ہی لائق ہے۔

رزق حرام کے ساتھ تو اولاً نیک عمل کی توفیق نہیں ملتی بلکہ خواہشات پیدا ہو کر آدمی گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اگر نیک عمل کر بھی لے تو اللہ تعالیٰ اس کو کامل طریقے سے

قبول نہیں کرتے اور جو عمل عند اللہ مقبول نہیں ہوتو اس پر ثواب ملنے کی امید بھی نہیں بلکہ وہ تو وبالِ جان ہوتا ہے۔ اگرچہ کی ہوئی عبادت تو ادا ہوجائے گی یعنی اسکی قضاء لازم نہیں ہوگی لیکن عبادت کا جو ثواب ہے وہ نہیں ملے گا جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا کہ ایک بندہ طویل سفر کررہا ہو حج کے لئے یا جہاد وغیرہ کے لئے اور بوجہ سفر کے اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہو یعنی وہ شخص زیادہ عاجزی ومحتاجی کی صورت بن گیا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب یارب کہتا ہے مگر اس کا کھانا پینا لباس وغیرہ حرام ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ (حالانکہ ایسی حالت میں دُعا جلد قبول ہوتی ہے)۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عمل صالح سے پہلے رزق حلال کھانے کا حکم فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عمل صالح کی توفیق رزق حلال پر موقوف ہے کیونکہ رزق حلال سے جسم میں جو خون پیدا ہوتا ہے وہ خون پاک وحلال ہوتا ہے اور حلال خون سے جو طاقت جسم میں پیدا ہوتی ہے اس طاقت سے عمل صالح کی توفیق حاصل ہوجاتی ہے۔

(۲) بُرا دوست سانپ سے بھی بدتر ہے:

بُرے لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر آدمی پر بُرے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اُس سے حضورِ قلب ختم ہوکر غفلت آجاتی ہے اور جب بندہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہوجاتا ہے تو اس پر شیطان کا غلبہ ہوجاتا ہے پھر آہستہ آہستہ اُس پر بُرے صحبت کی مکمل رنگ چڑھ جاتی ہے۔

یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ ہر صحبت کا اپنا ایک اثر ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے ’’خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے‘‘۔ بری صحبت زہر اور سانپ سے بھی زیادہ مہلک ہوتی ہے اس وجہ سے کہ سانپ اور زہر کا نقصان صرف دنیاوی جسم تک محدود ہے اور بُرے دوست کی صحبت کا نقصان صرف دنیوی زندگی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی عذاب

اور رسوائی کا سبب بن سکتا ہے تو جس طرح بدی سے بچنا ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ بُرے لوگوں کی صحبت سے بچنا ضروری ہے۔

حضرت نوحؑ کا بیٹا جس نے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی اور بیوی جو زندگی بھر رفیقہ حیات رہی دونوں کا کافروں کی صحبت وجہ سے کفر پر خاتمہ ہوا۔

پسر نوح با بدان بہ نسبت خاندان نبوتش گم شد

''حضرت نوحؑ کا بیٹا بُروں کے ساتھ بیٹھا تو اس سے نبوت کا خاندان چھوٹ گیا۔''

سگ اصحابِ کہف روزے چند پئے نیکان گرفت مردم شد

''اصحابِ کہف کے کتّے نے چند روز نیکوں کی صحبت اختیار کی تو آدمی بن گیا۔''

صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

''نیکوں کی صحبت تجھ کو نیک بنا دیتی ہے، بروں کی صحبت تجھے بُرا بنا دیتی ہے۔''

پس خلاصہ یہ ہوا کہ گناہ سے بچنے کے لئے صحبت بد کو چھوڑ کر صحبت نیک اختیار کرنا ایک لازمی چیز ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ صحبت نیک وہ چیز ہے ؎

گر تو سنگِ خارۂ مرمر شوی چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

(اگر تم سخت پتھر اور سنگِ مرمر بھی ہوں گے جب اہل اللہ کے پاس پہنچو گے تو موتی ہو جاؤ گے)

اور بُری صحبت کے متعلق فرماتے ہیں ؎

تا توانی شواز یار بد یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند یار بد بر جاں و بر ایمان زند

(حتی الوسع برے ساتھی سے دور رہو، برا یار سانپ سے بھی بدتر ہے۔ برا سانپ صرف جان سے محروم کر دیتا ہے، بُرا دوست جان اور ایمان دونوں سے محروم کر دیتا ہے)۔

(خطبات)

حدیث میں آتا ہے کہ ہر انسان کے دل میں ایک شیطان مسلط ہوتا ہے اور ایک فرشتہ۔ فرشتہ انسان کے دل میں نیک عمل کرنے کی تلقین کرتا ہے اور شیطان غلط اور بُری باتوں کے وسوسے اور خیالات ڈالتا ہے۔ جب تک انسان فرشتے کی تلقین پر عمل کرتا ہے تو اس کے دل پر فرشتہ مُسلط ہو کر اس کو اچھی اچھی باتوں کی تلقین کرتا رہتا ہے اور اس کے دل میں اچھے خیالات وتصورات پیدا ہوتے ہیں اور حضور مع اللہ باقی رہتا ہے۔ لیکن جب بندہ فرشتے کی بات پر عمل چھوڑ کر غافل ہو جاتا ہے تو پھر فرشتہ ہٹ کر اُس بندے سے دور ہو جاتا ہے اور اُس سے نیک عمل کرنے کی تلقین بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور شیطان اس بندے کے دل پر مُسلط ہو جاتا ہے پھر وہ اعمال بد کا حکم کر دیتا ہے۔ آیت کریمہ ہے:

''اِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ''..................(سورۃ بقرہ آیت ۵۹)

''وہ تو یہی حکم کرے گا تم کو کہ بُرے کام اور بے حیائی کرو۔'' وہ آدمی اس پر عمل کرنے لگتا ہے اس لئے کہ شیطان کے تسلط سے آدمی سے نیک عمل کرنے کی توفیق ختم ہو جاتی ہے اور گناہ کرنے پر امادہ ہو جاتا ہے۔

گناہ سے نجات کیسے حاصل کی جائے

گناہ سے بچنے کے بنیادی طور پر دو طریقے ہیں۔

(ا)۔۔۔۔۔رزق حلال کھانا: اس کا بیان اوپر گزر چکا۔

(۲)۔۔۔۔۔اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھنا:

جب آدمی اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو اس پر نیک اثرات شروع ہو جاتے ہیں۔ گناہ پر نادم ہو کر اس کو نیک عمل کرنے کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے اور محبت الٰہی کا راستہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے اور محبت الٰہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا سہل ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اُسی صحبت کے اثرات اُس پر چڑھ جاتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو بندہ تقویٰ حاصل کرنا چاہتا ہو، خوف باری تعالیٰ حاصل کرنا چاہتا ہوں، درد دِل اور حضور مع اللہ کا خواہشمند ہو اور یہ بھی اُس کی خواہش ہو کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور فکر آخرت اس کو نصیب ہو جائے تو وہ ان لوگوں کی مجلس اختیار کرے جو خود ان اوصاف کے ساتھ متصف ہوں۔

''اولیاء اللہ'' کے اوصاف:

وہ کون لوگ ہوں گے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے عُشاق اور اللہ تعالیٰ کے عارفین ہوں گے، وہ کسی شیخ کامل کی صحبت یافتہ ہوں گے، وہ اللہ تعالیٰ کے دوست و محبوب ہوں گے، وہ متقین ہوں گے، وہ اُس درجہ کے لوگ ہوں گے جن کی صحبت میں جب چند دن اخلاص و ادب کے ساتھ بیٹھنے سے انسان دنیا سے بے رُغبت ہو کر آخرت کی محبت دل میں پیدا ہو جاتی ہے، جن کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد آجاتی ہے ان کی معرفت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے ان کی محبت سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں وہ جو کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں وہ جو بولتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بول

سے بولتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سننے سے سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ اور ان کا پاؤں بن جاتا ہے جس سے وہ چلتے ہیں اور ان کے آنکھ، کان، زبان اور ہاتھ پاؤں سب اللہ تعالیٰ کے خوشی کے تابع بن جاتے ہیں۔ اور جس صحبت میں اللہ تعالیٰ مل رہا ہو وہ صحبت کیوں نعمتِ عظمیٰ نہ ہو وہ صحبت تو بے ریا نفلی عبادت سے بھی افضل ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　　بہتر از صد سال طاعت بے ریا

''ایک زمانہ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنا سو برس کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے''

اولیاء کی صُحبت نفلی عبادت سے افضل کیوں؟

(۱)۔۔۔۔مشائخ کا فرمان ہے کہ اولیاء کی صحبت جس بندے کو اخلاص و ادب کے ساتھ نصیب ہوئی ہو، اگر وہ بندہ بہت نافرمان ہو کر خواہشات میں مبتلاء ہو جائے اور بد قسمتی سے متقین کی صحبت سے دور ہو کر فاجر فاسق لوگوں کی صحبت میں چلا جائے لیکن اولیاء کی صحبت کی یہ شان و برکت ہوگی کہ آخر کار وہ نیک عمل کی طرف لوٹ کر آئے گا اور مرتد ہونے سے بچ کر (ان شاءاللہ) اس کا خاتمہ ایمان پر ہی ہوگا۔

(۲)۔۔۔۔بندہ فقیر کے خیال میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اولیاء کی صحبت سے بندے کے اعمال و اخلاق، سیرت وصورت میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اور اُس کے بُرے اعمال و اخلاق اچھے اخلاق و اعمال میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور گناہوں میں گزرنے والی زندگی اطاعت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور ظاہری و روحانی اصلاح ہو جاتی ہے بخلاف اس بندے کے جو مرشد کے بغیر عبادت و ریاضت کرتا ہے تو اس کی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ اس

میں تکبر و عجب جیسی روحانی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس کی عبادت ضائع ہو کر مستحق عذاب بن جاتا ہے۔ جیسے شیطان لعین نے تو عبادت بہت کی تھی لیکن اُس کو اللہ والوں کی صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی اِس لئے اپنے نفس کی اصلاح کی کوئی فکر بھی نصیب نہ ہوئی۔ بلکہ نفس کے سانپ نے ڈسا تو حسد و تکبر کے دریا میں ڈوب کر لعین و مُرتد ہوا۔

حضرت چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کی صُحبت نیک کام کرنے سے بہتر ہے اور بُرے لوگوں کی صُحبت بُرے کام کرنے سے بدتر ہے۔ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے بُری صحبت سے بُرا اثر اور نیک صحبت سے اچھا اثر ہوتا ہے۔ جیسا ندّی نالے اور دریا کے پانی بہنے میں شور و غل ہوتا ہے لیکن جب وہ سمندر سے جا کر مل جاتا ہے تو مکمل پُر سکون ہو جاتا ہے یہی مثال سلوک کی منزلوں کی ہے۔ ایک درویش آدمی کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ درویشوں کے پاس بیٹھا رہے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ درویشوں سے دور رہے۔ ایک عالم باعمل کی زیارت اور درویشوں کی دوستی برکت نازل ہونے کا سبب ہوتی ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(اکبر آلابادی)

ہے شرط کسی اہل محبت کی توجہ ملتا نہیں ورنہ یہ محبت کا نگینہ

(اختر)

اصلاحِ دل کی ضرورت

گناہوں سے نجات کے حوالے سے صحبت اہل اللہ کی بات چل رہی تھی تو اسی مناسبت سے ضروری سمجھا گیا کہ ''اصلاح دل'' کی مختصر بحث یہاں ذکر کی جائے کیونکہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا اور ''اصلاحِ دل'' آپس میں لازم وملزوم ہیں۔لہٰذا ذیل میں اصلاحِ دل کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔چنانچہ:

جس طرح انسان کا ظاہری جسم میلا وگندہ ہوجاتا ہے اسی طرح انسان کا باطنی جسم (یعنی قلب) بھی میلا وگندہ ہوجاتا ہے۔جس طرح انسان کا ظاہری جسم کمزور و بیمار ہوجاتا ہے اسی طرح انسان کا باطنی جسم بھی کمزور و بیمار ہوجاتا ہے جیسے خواہشات کا غلبہ ہونا اور اعمال صالحہ کی توفیق نہ ہونا غصہ،تکبر،عجب،ریا،حرص،بخل اور حسد وغیرہ۔تو جس طرح انسان کی ظاہری جسم کی صفائی کے لئے اسباب وآلات (صابن وغیرہ) کمزوری اور بیماری کے لئے غذا اور دوا موجود ہے جس کے لئے بیمار بندہ ڈاکٹر یا طبیب سے رابطہ کرتا ہے۔پھر جب ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق دوا استعمال کرے اور ساتھ پرہیز بھی کرلے تو بفضلِ خدا اس کو شفاء ملے گی۔اسی طرح روحانی جسم کی صفائی کے لئے اور اس کی کمزوری و بیماری کے لئے بھی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے ہمیں دوا و علاج فرمادیا ہے۔

اصلاح وفساد کی بنیاد ''دل'' ہے:

صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث کے ایک حصے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَالْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ''۔

''خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ گوشت کا ایک ٹکڑا دل ہے''۔

مذکورہ بالا حدیث سے دل کا صحیح اور سلامت ہونا اور بیمار اور خراب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں بھی ہے:

(يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ)

(سورۃ شعریٰ آیت ۸۸ تا ۸۹)

''جس دن میں نجات کے لئے نہ مال کام آویگا نہ اولاد مگر ہاں جو اللہ کے پاس کفر وشرک سے پاک دل لے کر آویگا۔''

اور دل کے بیمار وخراب ہونے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''پس اے پیغمبر کی عورتوں اگر تم اپنے تقویٰ اور طہارت کی حفاظت چاہتی ہو تو نامحرم مردوں سے بات کرنے میں نرمی نہ کرنا (فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ) ''مبادا وہ شخص جس کے دل میں نفسانیت کی بیماری ہو وہ تمہاری نرم اور نازک گفتگو سے تمہارے اندر کو طمع لگا بیٹھے''

دل جسم کا بادشاہ ہے:

دل جسم کا بادشاہ ہے اس لئے کہ کوئی کام بھی جب انسان کرتا ہے تو اس کا خیال پہلے دل میں آجاتا ہے بعد میں اس کام کے لئے باقی جسم حرکت کرتا ہے۔ جیسے آنکھوں کا دیکھنا، کانوں کا سننا، ہاتھوں کا پکڑنا، قدم کا اُٹھنا، ذہن کا سوچنا وغیرہ دل کی مرضی ومنشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ جب دل سلامت اور درست ہو تو اس کا عزم بھی درست ہوگا اور اس کا

حکم بھی صحیح کام کے لئے ہوگا اور باقی جسم بھی صحیح عمل میں استعمال ہوگا۔ اگر دل خراب ہو تو اس کا عزم اور حکم بھی غلط اور خراب کام کے لئے ہوگا تو باقی جسم بھی اس غلط عمل میں استعمال ہوگا۔

تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس:

اگر دل بیمار ہو اور گناہوں کی ظلمت اس پر چھا گئی ہو تو اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاج بیان فرمایا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر چیز کو چمکانے کے لئے ایک پالش ہوتی ہے اور دلوں کی پالش اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ پس دل کو چمکانے، تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس حاصل کرنے کے لئے بندے پر لازم ہے کہ وہ کسی باشریعت شیخ کامل اور نفس کش سے رابطہ (بیعت) قائم کرے اور اس کی صحبت اختیار کرے اور وہ شرائط بجالائے جنہیں اکابر طریق نے مقرر کیا ہے۔ اور وہ دوا یعنی ذکر اور اسباق سلسلہ اس کے حکم کے مطابق کرے اور ساتھ اس کے حکم کی تعمیل بھی کرلے۔ جس کام سے منع فرمائے اُس سے منع ہوجائے اور جس کام کے کرنے کا حکم کرے تو اس کو کرلے تو بفضل خدا تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس حاصل ہوجائے گا اور تعلق مع اللہ کی نسبت نصیب ہوجائے گی۔

مرشد کی اہمیت اور اس کی تابعداری:

اگر مریض ڈاکٹر کی تجویز کے بغیر دوا استعمال کرتا ہے یا دوا تو ڈاکٹر کی تجویز کے مطابق استعمال کرتا ہے لیکن ساتھ پرہیز نہیں کرتا تو صحت کے بجائے نقصان کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔ تو جس طرح ڈاکٹر کی تجویز کے بغیر دوا کارآمد نہیں ہوتی اسی طرح روحانی اصلاح یعنی تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب مرشد کے بغیر حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے مزکی یعنی

شیخ کامل کی صحبت اور تابعداری ضروری ہے۔

بایزید بسطامی اور ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہما کا فرمان:

رسالہ قشیریہ میں امام ابو القاسمؒ کے حوالے سے منقول ہے کہ (شیخ) بایزید بسطامیؒ نے فرماتے تھے:

”مَنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ اُسْتَاذٌ فَاِمَامُهُ الشَّیْطَانُ“

(کہ جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا امام (شیخ) شیطان ہوتا ہے)۔

اور حضرت ابو علی دقاقؒ سے روایت کرتے ہیں:

”اَلشَّجَرَةُ اِذَا نَبَتَتْ بِنَفْسِهَا مِنْ غَیْرِ غَارِسٍ فَاِنَّهَا تُوْرِقُ، وَلٰکِنْ لَّا تُثْمِرُ، کَذَالِکَ الْمُرِیْدُ اِذَا لَمْ یَکُنْ لَّهٗ اُسْتَاذٌ یَاْخُذُ مِنْهُ طَرِیْقَتَهٗ نَفَسًا نَفَسًا فَهُوَ عَابِدٌ هَوَاهُ، لَا یَجِدُ نِفَاذًا“

(کہ جب کوئی درخت بغیر اس کے کہ کسی نے اسے لگایا ہو، خود بخود اگ گیا ہو، تو اس کے پتے تو نکل آئیں گے، مگر یہ درخت پھل نہ دے گا۔ یہی حال مرید کا ہے جب اس کا کوئی شیخ نہ ہو، جس سے ایک ایک سانس کر کے وہ اپنے راستے کو اخذ کرے، تو یہ مرید اپنی خواہشات کی عبادت کر رہا ہوگا اور اسے کوئی راستہ نہ ملے گا۔“

گر ہوائے ایں سفر داری دلا　　دامن رہبر بگیر و پس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد از راہ عشق　　عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

”اے دل اگر تو اسی سفر کی خواہش رکھتا ہے تو رہبر کا دامن پکڑ اور پیچھے چل کیونکہ بغیر ساتھی کے جو شخص راہ عشق پر چلا تمام عمر بے کار گزری اور عشق سے آگاہ نہ ہوئی۔“

(مولانا رومی، تصوف اور سلوک صفحہ ۴۱)

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں　　میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

دل کی دوا:

حضرت ازدیؒ حضرت خواصؒ سے روایت کرتے ہیں:

"دَوَاءُ الْقَلْبِ خَمْسَةُ أَشْيَاءَ: قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ بِالتَّدَبُّرِ، وَخَلَاءُ الْبَطْنِ، وَقِيَامُ اللَّيْلِ، وَالتَّضَرُّعُ عِنْدَ السَّحْرِ وَمَجَالَسَةُ الصَّالِحِيْنَ"

"کہ پانچ چیزیں دل کے لئے دوا کا کام کرتی ہیں (۱) تدبّر کے ساتھ قرآن پڑھنا (۲) پیٹ کا خالی ہونا (۳) رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا (۴) سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑانا (۵) صالحین کی صحبت میں بیٹھنا"۔۔۔۔۔ (رسالہ قشیریہ)

جس نے تین چیزوں کا دعویٰ کیا اور تین باتوں سے پاک نہ ہوا تو وہ فریب خوردہ اور جھوٹا ہے:

۱۔۔۔۔۔ "مَنِ ادعی حَلَاوَةَ ذِکرِ اللّٰہِ وَھُوَ یُحِبُّ الدُّنْیَا"

جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی لذت کا دعویٰ کرے حالانکہ دنیا سے محبت رکھے۔

۲۔۔۔۔۔ "مَنِ الدعٰی مَحَبَّةَ الاِخْلَاصِ فِی الْعَمَلِ وَیُحِبُّ تَعْظِیْمَ النَّاسِ لَهٗ"۔

"جو دعویٰ کرے کہ وہ اخلاص ومحبت سے اعمال بجالاتا ہے۔ حالانکہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تعظیم وتکریم کریں۔"

۳۔۔۔۔۔ "مَنِ ادعٰی مَحَبَّةَ خَالِقِهٖ مِنْ غَیْرِ اِسْقَاطِ نَفْسِهٖ" (مکاشفۃ القلوب)

"جو خدا کی محبت کا دعویٰ کرے حالانکہ خواہشاتِ نفسانیہ کو ترک نہیں کیا۔"

ظاہری جسم اور باطنی جسم میں فرق:

انسانی جسم کی کچھ ضروریات ہیں، جیسے جسم کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے، آرام وراحت کی ضروت ہوتی ہے اِسی طرح اِنسانی روح کو بھی اِن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ جسم مادی چیز ہے اس کا سامان بھی مادی ہے۔روح ایک پاکیزہ اور لطیف چیز ہے اِس لئے اس کا سامان بھی لطیف ہی ہوگا۔روح کی غذا علم، معرفت، اخلاق ربانی وغیرہ ہیں، اس سے روح کو سکون ملتا ہے۔روح کو آپ کے اس روٹی اور کپڑے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کی روٹی، کپڑا ذکر اللہ، عبادت الٰہی، علم دین، دیانت اور اخلاق ہیں۔

لیکن ظاہری جسم اور باطنی جسم میں یہ فرق ضروری ہے کہ ظاہری جسم کا نقصان قلیل ومحدود ومتناہی ہے، صرف فانی دنیاوی زندگی تک ہے اور روحانی جسم کا نقصان کثیر وغیر محدود وغیر متناہی ہے جو دنیاوی زندگی کے ساتھ اُخروی زندگی کو بھی شامل ہے یہاں تک کہ قہر الٰہی میں مبتلا ہو کر عذاب الٰہی یعنی جہنم میں داخل ہو جائے گا۔لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ظاہری جسم کی صفائی اور حفاظت کے لئے ہر بندہ سمجھدار ہے۔جسم یا کپڑوں پر کوئی معمولی داغ بھی لگ جائے تو فوراً صاف کرتے ہیں۔تاکہ خراب نہ ہو جائے اور گندہ جسم وکپڑوں کے ساتھ کسی کے پاس جانا بھی پسند نہیں کرتا۔لیکن یہ مطلب نہیں کہ یہ کوئی بری بات ہے بلکہ اسلام بھی شریعت کے مطابق صفائی کو پسند کرتا ہے لیکن یہ جس طرح ہمیں کپڑوں کی فکر ہوتی ہے ہم اس کی صفائی وغیرہ کا خیال رکھتے ہیں۔تو اس سے زیادہ ہمیں تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس اور صحتِ قلب کا خیال رکھنا چاہئے۔ ہمارے اندر کتنی مُہلک

بیماریاں موجود ہیں جیسے ریا، بغض، حسد، تکبر، عجب، بدگمانی، غیبت وغیرہ۔ اور کتنے گناہوں سے ہم نے اپنے دل کو میلا و گندا کیا ہوا ہے۔ اس لئے اپنے دل کو صاف کرنے کے لئے فوراً توبہ کر کے استغفار پڑھے۔ اوران روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے کسی باشریعت شیخ کامل ومکمل کی طرف رجوع کر کے ان بیماروں سے نجات حاصل کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ تمام نیک اعمال امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو۔ اور جہاد فی سبیل اللہ گناہوں سے اجتناب اور نفس کو قابو کرنے کے مجاہدہ کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہو۔

حضرت سری سقطیؒ کا فرمان:

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اہل توبہ کے لئے لازم ہے کہ وہ ہر لمحہ اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور ہر خواہش نفسانی کو چھوڑ دیں اور لایعنی کاموں سے پرہیز کریں، اور یہ لایعنی کام چھ طرح کے ہیں، لایعنی کلام، نظر اور چلنا اور لایعنی کھانا، پینا، اور پہنا۔ فرمایا کہ ترک شبہات پر صرف اسے ہی قوت حاصل ہوتی ہے جو نفسانی خواہشات کو چھوڑتا ہے۔ (قوت القلوب)

گناہ سے دل سیاہ ہوجاتا ہے:

کوئی بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر ایک سیاہ داغ لگ جاتا ہے

پھر اگر توبہ کرے تو وہ سیاہ داغ ختم ہو کر دل صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر توبہ نہ کرے اور پھر گناہ کرے تو وہ سیاہ داغ اور بھی بڑھ جاتا ہے اسی طرح اگر گناہ کرتا جائے اور توبہ نہ کرے تو سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ایسے ہی دلوں کے بارے میں ارشاد ہے:

(كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝)(سورۃ المطففین)

''ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے (غالب آ کر چھا گیا ہے) ان کے اعمال کی وجہ سے۔''

اس پر مہر لگ کر حیاء ختم ہو جاتی ہے پھر ہر گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور نیکی کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور اُس کے دل کا نور بُجھ جاتا ہے اور بصیرت کی آنکھیں نابینا ہو جاتی ہے پھر اُس پر کوئی وعظ و نصیحت اثر نہیں کرتا اور نہ کوئی دلیل دیکھ کر عقل حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ پھر وہ علوم نافع میں سے اور مفید حکمت کی باتوں میں سے کسی شے کو نہیں جانتا اور اُس سے اپنے آپ پر اور تمام امت پر شفقت اور رحم ختم ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے دل میں ظلمت اور فتنے کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اور گناہ پر اور دوسروں کو تکلیف دینے پر وہ دلیر ہو جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''کہ بندے اور اُس کے رب کے درمیان گناہوں کی ایک مقررہ حد ہوتی ہے جب بندہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے تو اُس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے پھر اس کے بعد اسے نیکی کی توفیق نہیں ہوتی۔''

ہر گناہ زنگے است بر مراۃ دل

دل شود زیں زنگہا خوار و خجل

"وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ" کی تفسیر:

اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے گناہ کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ چاہے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ یعنی جوارح و اعضاء سے کیا جاتا ہو جیسے قتل، چوری، غیبت، زنا وغیرہ یا دل سے صادر ہو جیسے کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال اعتقاد کرنا اور جیسے تکبر وریا، بُغض وحسد وخواہشات وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تو مخلوق کے ہاں کوئی ظاہر کوئی پوشیدہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو ہر چیز ظاہر ہوتی ہے چاہے دن میں ہو یا رات میں، سامنے ہو یا پردے میں ہو۔ وہ تو سینوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ آیت باری تعالیٰ ہے:

(وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ٥) اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ٥) (سورۃ الملک پارہ ۲۹)

"اور لوگوں تم چھپا کر بات کرو یا پکار کر کہو وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب اگاہ ہے کیا وہ نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا ہے یعنی کیا اس کو اپنی پیدا کی ہوئی چیز کی خبر نہیں ہے وہ باریک بین ہے، باخبر ہے۔"

گناہ ظاہر میں کیا جائے یا پوشیدہ کیا جائے، اعضاء یا دل سے ارادۃً کیا جائے ان سب میں نفس کو لذّت اور شیطان کو خوشی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سب سے منع فرمایا:

(وَذَرُوْ ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ٥)

"چھوڑ دو ظاہری گناہ ہوں یا باطنی یعنی علانیہ ہوں یا پوشیدہ ہوں۔" (سورۃ انعام)

امام مجاہدؒ وقتادہؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر الاثم سے مراد گناہ کے وہ اعمال ہیں جو ظاہر اور

سامنے کئے جاتے ہوں اور باطن سے گناہ کے وہ اعمال مراد ہیں جو پردے میں کئے جاتے ہوں اور "جبائی" فرماتے ہیں کہ ظاہر الاثم سے مراد گناہ کے وہ اعمال ہیں جو جوارح واعضاء سے کئے جاتے ہیں۔ اور باطن سے وہ اعمال مراد ہیں جو دل سے کئے جاتے ہیں۔ (روح المعانی)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک غلط عقیدے کی تردید کرتا ہے۔ اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ وہ عملِ گناہ جو ظاہر کیا جاتا ہے تو وہ گناہ ہے اور اس پر سزا ہے۔ لیکن اگر پوشیدہ کیا جائے تو پھر وہ گناہ نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے گناہوں سے منع فرمایا۔

شیطان کا فریب:

(ا)۔۔۔۔شیطان بندہ کو گناہ کو "گناہ سمجھنے" کی طرف چھوڑتا نہیں۔ وہ گناہ کرتا ہے لیکن یہ تسلیم نہیں کرتا کہ میں گناہ کرتا ہوں بلکہ بعض اوقات تو وہ نیکی سمجھ کر کرتا ہے۔ جیسے بدعات اور غیر شرعی رسومات وغیرہ۔ جبکہ بعض لوگ تو ایسے بھی ہیں جو شیطان کے ساتھی بن کر اپنے بُرے اعمال کو اچھا کہتے ہیں بلکہ ان پر فخر و تکبر کرتے ہیں جیسے مشرکین مکہ جب شرک کرتے تھے تو اس پر فخر و تکبر کرتے تھے اور اِس زمانے میں بھی اکثر لوگ ایسے ہیں کہ خرید و فروخت کرنے میں دوسرے کو دھوکہ دے کر اپنی عقل مندی اور سیاست سمجھ کر اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور بہت سے قاتل اور ڈاکو قتل وڈاکہ کر کے اس کو بہادری سمجھ کر اس پر فخر و تکبر کرتے ہیں۔ تو جب ایک شخص اپنے گناہ اور خطا کا اعتراف نہیں کرتا تو ایسا شخص توبہ کیسے کرے گا اور یہ شیطان کا فریب ہے کہ آدمی سے گناہ پر گناہ کراتا ہے۔ ایک تو گناہ کا عمل ہے اور دوسرا اس گناہ پر فخر کرنا یا گناہ کو گناہ نہ سمجھنا، یہ گناہ دوسرے گناہ کے لئے سبب بن جاتا ہے آیت باری تعالیٰ ہے:

(اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا)

''سواُن کو بہکا دیا شیطان نے اُن کے گناہ کی شامت سے''

چونکہ توبہ تو گناہ سے کیا جاتا ہے۔ جب آدمی گناہ کو گناہ تسلیم نہیں کرتا تو وہ گناہ سے نجات حاصل نہیں کرے گا اور توبہ سے محروم رہے گا۔

حضرت عوام بن خوشبؒ فرماتے ہیں:

گناہ کے بعد یہ چار باتیں گناہ سے بھی بدتر ہیں۔

۱۔ ''الاستصغار'' گناہوں کو معمولی بات سمجھنا۔

۲۔ ''الاغترار'' گناہ کر کے اکڑنا

۳۔ ''الاستبشار'' گناہ پر خوش ہونا

۴۔ ''الاصرار'' گناہ کو اپنی عادت بنالینا

علاج: اپنے گناہ اور عیب کو تسلیم کرنے کے لئے اولیاء اللہ کی صُحبت اور صفحہ نمبر۔۔۔۔ پر ذکر شدہ محاسبہ کا اہتمام کرلیں۔

(۲)۔۔۔۔بعض لوگوں جب گناہ کرتے ہیں تو گناہ کے بعد اُن پر بہت زیادہ خوف طاری ہوجاتا ہے اور شیطان اُن کے دل میں یہ وسوسے ڈالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے کیسے بخشے گا؟ تم نے تو بہت بڑے اور سخت گناہ کئے ہیں۔ یہ زیادہ خوف ناامیدی کا سبب بن کر انسان کو توبہ سے محروم کردیتا ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ تعالیٰ سے اتنا خوف مانگنا منقول ہے کہ گناہ کے درمیان حائل ہوجائے۔

حدیث: ''اَللّٰهُمَّ اَقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ''

(رواہ الترمذی باب الدعوات جلد ۲ صفحہ ۱۸۸)

(ترجمہ) یا اللہ! ہمیں اپنی خشیت (خوف) سے اتنا حصہ دے جو ہمارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔

علاج: اس ناامیدی کو ختم کرنے کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ''رحمان، غفار اور کریم'' کی طرف متوجہ ہو کر یہ سوچے کہ میں اگرچہ بہت گناہگار ہوں لیکن میرے گناہ محدود اور متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت غیر محدود اور غیر متناہی ہے اِس لئے توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے ضرور معاف فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **(لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ)** (سورۃ الزمر)

''اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی سے نا اُمید مت ہونا''۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافر لوگ ناامید ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(وَلَا تَايْئَسُوْ مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ) (سورۃ یوسف)

''اور ناامید نہ ہو اللہ کے فیض سے بے شک ناامید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہے''

حالانکہ کافر کو بھی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے بلکہ جب معافی مانگے اور اس پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے گا۔ اور یہ سوچا کرے کہ میرے گناہ کی مثال اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقابلے میں ایسی بھی نہیں جیسا کہ پانی کا ایک قطرہ سمندر کے پانی کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ کیونکہ سمندر کا پانی اگرچہ بہت زیادہ ہے لیکن محدود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت غیر محدود ہے۔

(۳)۔۔۔۔بعض لوگ تو گناہ کثرت سے کرتے ہیں لیکن دل میں اللہ تعالیٰ سے کچھ

خوف اور شرم نہیں آتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمان اور کریم صفت کو دیکھ کر گناہ اور بھی زیادہ کر دیتا ہے۔اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین ہے یہ بھی شیطان کا دھوکہ ہے۔ کہ آدمی گناہ نہیں چھوڑتا اور توبہ نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارحم الرحمین ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ)

''اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے اس پروردگار کے معاملے میں دھوکا لگا دیا ہے جو بڑا کرم والا ہے۔''

اس ایت کریمہ کی تفصیل میں صاحبِ روح المعانی سید علامہ آلوسی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیطان کہتا ہے:

''اِفْعَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّ رَبَّکَ کَرِیْمٌ قَدْ تَفَضَّلَ عَلَیْکَ فِی الدُّنْیَا وَ سَیَفْعَلُ مِثْلَهٗ فِی الْاٰخِرَہ''

''اے انسان! تیرا دل جو چاہے وہ کرو، تیرا رب تو یقیناً بڑا کریم ہے۔دیکھو دنیا میں تجھے کتنی انعامات اور فراحی عطاء کی ہے تو آخرت میں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کرم کر کے بہت کچھ دے گا۔''

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا:

''لَا تَتَمَنَّی الْمَغْفِرَۃَ بِغَیْرِ التَّوْبَۃِ وَلَا تَتَمَنَّی الثَّوَابَ بِغَیْرِ الْعَمَلِ۔''

''بغیر توبہ کے مغفرت کی اور بغیر عمل کے ثواب کی تمنا نہ کر۔''

''لِاَنَّ الْغِرَّۃَ بِاللّٰہِ اَنْ تَتَمَادیٰ فِیْ سَخَطِهٖ''۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ یہ ہے کہ تو برابر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پر چلتا رہے۔

''وَتَتْرُکُ الْعَمَلَ بِمَا یَرْضِیْهِ، وَتَتَمَنّٰی عَلَیْهِ الْمَغْفِرَۃَ''۔

اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا عمل نہ کرے اور اس پر مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے تمنا کرے۔

"فَتَغَرَّکَ الْاَمَانِیُّ، حَتّٰی یَحِلَّ بِکَ أَمْرُہٗ" (غنیۃ الطالبین)

"آرزوئیں تجھے فریب دیتی رہیں گی یہاں تک کہ موت آ جائے گی۔"

کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ وَغَرَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ"

(سورۃ الحدید)

"اور جھوٹی آرزوؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور وہ بڑا دھوکے باز (یعنی شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا ہی دیتا رہا۔"

علاج: تو اس شیطانی فریب سے خلاصی کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت "قہار" اور صفت "رحمان" کو سامنے رکھ کر میدان محشر کا مراقبہ کرے اور عذاب الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائے اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر توبہ و استغفار کرتے رہے۔ کامل ایمان تب حاصل ہو گا جب اللہ تعالیٰ سے خوف بھی ہو اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید بھی ہو۔

(۴)۔۔۔۔۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم توبہ اس لئے نہیں کرتے کہ پھر گناہ ہو کر توبہ ٹوٹ جائے گی۔ یہ بھی شیطانی فریب ہے شیطان اس کی وجہ سے انسان کو توبہ سے روک دیتا ہے۔

علاج: تو اس شیطانی فریب سے خلاصی کا علاج یہ ہے کہ یہ سوچا کرے کہ توبہ سے تو پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اب اگر آئندہ پھر گناہ ہو جائے گا تو یہ پرانا گناہ نہیں بلکہ نیا گناہ ہو گا۔ جیسا کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ

فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً" (ابوداؤد)

"حضرت ابوبکر صدیقؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص نے گناہوں پر پر اصرار نہیں کیا جس نے استغفار کیا، اگرچہ دن میں ستّر مرتبہ ایسا ہوا ہو"۔

کثرت سے استغفار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے گناہ سے بچنے کی توفیق مانگ کر ہمت کرنی چاہیے۔ کیونکہ ہمت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا آخرت کے اعمال تو کیا، دنیا کا بھی کوئی کام نہیں ہوسکتا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "همة الرجال تقلع الجبال" بندگان الٰہی کی ہمت تو پہاڑوں کو اکھاڑ پھینکتی ہے۔ اگر خدانخواستہ پھر نفس و شیطان سے مغلوب ہوکر گناہ ہوجائے تو پھر توبہ کرے اسی طرح توبہ کرتا رہے۔ اس لئے کہ بندہ عاجز جب گناہ کرنے سے نہیں تھکتا تو اللہ تعالیٰ کریم وقدیر ہے وہ تو عجز سے پاک ہے وہ معاف کرنے سے کیسے تھک جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "اے لوگوں تم گناہ کرتے کرتے تھک جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ بخشتے بخشتے نہیں تھکے گا۔" اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے اسلئے جب آدمی سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو فوراً توبہ کرلینی چاہئے، بس معاملہ صاف ہوجائے۔ ہمارے گناہوں کی ایک حد ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

اس کی مثال ایسے دی جاسکتی ہے کہ ایک شخص راستے پر جارہا ہے، اسے ایک ٹھوکر لگی اور گر پڑا۔ پھر وہ اٹھا اور کپڑے جھاڑ کر پھر چلنے لگا۔ پھر اسے ٹھوکر لگی اور دوبارہ گر پڑا۔ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا اور کپڑے جھاڑ کر پھر چلنا شروع کیا اور بالاخر اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ اسکے برعکس ایک شخص کو ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑا اور کھڑے ہونے کے بعد اس نے اپنا راستہ بدل دیا

تو وہ کبھی بھی اپنی منزل تک نہیں پہنچے گا۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ توبہ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کا راستہ کبھی بھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔ جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر معافی مانگی جائے تو اسطرح ہم ایک نہ ایک دن اپنی منزل پا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں اور معصیت کے راستے سے دور کر دے اور اپنا قرب نصیب فرمادے۔

(۵)۔۔۔۔۔بعض لوگ گناہ سے توبہ کرنا چاہتے ہیں لیکن تائب نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ اب گناہ کر کے مزے اُڑاؤ اور آخری عمر میں توبہ کریں۔ گے یہ بھی ایک شیطانی فریب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ توبہ کے بغیر جب گناہ پر دوام کیا جائے تو دل پر مُہر لگ جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○"

''ہر گز نہیں! بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں اس نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔''

جب دل پر زنگ لگ جاتا ہے تو پھر انسان گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا۔ نیک عمل کرنے کی توفیق بھی ختم ہو جاتی ہے اور انسان توبہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ يَقُوْلُ سَوْفَ نَتُوْبُ''

(تاخیر کرنے والے تباہ ہوں جو کہتے ہیں کہ کچھ مدت کے بعد ہم توبہ کرلیں گے)

وجہ یہ ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں وہ تو اچانک آتی ہے وہ جوانی میں بھی آتی ہے اور بڑھاپے میں بھی۔ اسی طرح بیماری اور صحت بھی اس کے راستے میں رکاوٹ

نہیں بن سکتی۔ یہ شیطانی فریب ہے کہ جوانی میں موت کا خیال بھی نہیں آتا اگر کوئی موت کے بارے میں بات کرے تو یہ کہتا ہے کہ موت تو بوڑھوں کو آتی ہے ابھی تو میں جوان ہوں اور بوڑھوں کو شیطان کہتا ہے کہ آپ بے فکر رہے اور عیش میں زندگی گزاریں موت تو بڑھاپے اور بیماری پر نہیں بلکہ موت تو اجل مُسمّٰی پر ہے (یعنی اپنے وقت پر آئے گی)۔

حضرت لقمان حکیمؒ نے بیٹے سے فرمایا:

"یَابُنَیَّ لَا تُؤَخِّرِ التَّوْبَۃَ اِلٰی غَدٍ"

(پیارے بیٹے! توبہ کو کل پر نہ ٹالنا)

"فَاِنَّ الْمَوْتَ یَأْتِیْکَ بَغْتَۃً"

(کیونکہ موت ناگہاں آجائے گی)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب آدمی لمبی لمبی امیدیں باندھتا رہے اور موت سے غافل زندگی گزارتا رہے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف کیسے پیدا ہوگا اور گناہ سے کیسے تائب ہوگا۔

علاج: تو اس شیطانی فریب سے خلاصی کا علاج یہ ہے کہ موت کا مراقبہ کثرت سے کرے اور قبرستان میں عبرت کے لئے کثرت سے جایا کرے۔ اور اپنے اعمال کا شریعت سے موازنہ کرے کہ جتنے اعمال شریعت کے خلاف ہیں اُن پر تائب ہو کر کثرت سے استغفار پڑھا کرے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرے۔

نفس کا طبعی مرض:

یہ نفس کا طبعی مرض ہے کہ وہ بندہ سے اُس کے عیوب اور گناہوں کو چھپاتا ہے اور

اس پر اُس کی خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے پس بندہ کو اپنا آپ نیک نظر آتا ہے۔ جیسے بہت سے نافرمان لوگ جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں لیکن خود کو سب سے بہتر سمجھتے ہیں۔تو وہ عُجب اور خود پسندی کے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ عُجب اور خود پسندی تو اُمہات الکبائر (سب سے بڑے گناہوں) میں سے ہیں۔ پھر ان لوگوں کو اپنے گناہوں کی طرف خیال بھی نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ توبہ اور استغفار سے محروم ہو جاتے ہیں۔اور یہ نفس دوسروں کی نیکیاں تجھ سے چھپاتا ہے اور بندے کو دوسروں کی برائیاں اور عیوب ظاہر کرتا ہے تو بندہ تکبر اور بدگمانی کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

علاج: اس مرض کا علاج یہ ہے کہ اپنے اعمال میں غور و فکر کرے اگر کوئی خوبی اور نیکی نظر آئے تو اسے اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف منسوب کرے اور اگر کوئی گناہ نظر آئے تو اسے اپنے نفس کی طرف منسوب کرے اور اسے مدنظر رکھ کر عاجزی تسلیم کرے اور اپنے آپ کو گناہ گار سمجھ کر استغفار پڑھا کرے اور ہمیشہ کے لئے اپنے عیوب پر جبکہ دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھے۔

محاسبہ: دن رات میں کم از کم دس منٹ محاسبہ کے لئے نکالے تاکہ اپنے گناہ اور عیوب نظر آئے۔ یہ عمل بہت لازمی ہے اس کی پابندی کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ توبہ کے لئے اوّل منزل ہے۔

طریقہ محاسبہ: طریقہ یہ ہے کہ صبح سے لیکر شام تک اور شام سے صبح تک جتنے اعمال ہیں چاہے ظاہراً ہوں یا باطناً چاہے قولاً ہوں یا فعلاً ان پر غور کرنے میں مشغول ہو جائے اور سارے اعمال یکے بعد دیگرے تصور کر کے سامنے رکھے اور دیکھئے کہ کونسا عمل شریعت کے خلاف ہے، کونسا عمل حرام اور مکروہ ہے اور کونسا عمل خلاف اولیٰ ہے

اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عذاب الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائے اور اپنے نفس کو ملامت کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور استغفار کرنے میں مشغول رہے۔

استغفار وتوبہ

ذیل میں توبہ اور استغفار دونوں کے بارے میں وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

استغفار کا معنیٰ:

لغت میں استغفار بمعنیٰ ''ستر چھپانا'' کے آتا ہے۔ اس کا مجرد غَفَرَ یَغْفِرُ غَفْرًا وَمَغْفِرَۃً (ض) سے ہے۔ یہ استفعال کے وزن پر ہے بمعنیٰ ''طَلَبُ الْمَغْفِرَۃِ مِنَ اللّٰہِ'' بخشش طلب کرنا، جبکہ اصطلاحِ شرع میں مغفرت کا معنیٰ ہے ''وھو محو الذنب وازالۃ اثرہ'' ''گناہوں کو مٹا دینا اور اسکے اثر کو زائل کرنا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا اور ''استغفار کرنا''۔ اگر استغفار کرنے والا کافر ہو تو یہ استغفار و معافی مانگنا کفر سے ہوگا۔ اگر مؤمن عاصی (گناہ گار) ہو تو اس کا استغفار گناہ سے ہوگا۔ استغفار کبھی توبہ کو شامل ہوتا ہے اور کبھی شامل نہیں ہوتا۔ جیسے ایک آدمی زبان سے تو استغفار کرتا ہو لیکن وہ گناہ پر نادم نہیں ہوتا اور نہ گناہ چھوڑتا ہے۔ اور بمعنیٰ معاف کرنا بھی آتا ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں فرماتے ہیں: ''اَلْمَغْفِرَۃُ مِنَ اللّٰہِ لِعَبْدِہٖ سَتْرُہٗ لِذَنْبِہٖ فِی الدُّنْیَا لِاَنْ لَّا یَطَّلِعَ عَلَیْہِ اَحَدًا وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِاَنْ لَّا یُعَاقِبَہٗ عَلَیْہِ''

(مرقاۃ المفاتیح جلد ۵ صفحہ ۲۳۱)

''دنیا میں اللہ کی طرف سے مغفرت یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا گناہ چھپاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اسی پر خبردار نہیں کرتا اور آخرت میں مغفرت یہ ہے۔ کہ

اللہ تعالیٰ اس پر اس کو سزا نہیں دیتا۔ (یعنی معاف کر دیتا ہے)

توبہ کا معنیٰ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ کے اصلی معنیٰ رجوع کے ہیں اور اَوْبٌ کے معنیٰ بھی رجوع کے ہیں۔ تائِبٌ اور توّابٌ اس کو کہتے ہیں جو معصیت سے طاعت کی طرف رجوع کرے اور آئب اور اوّاب وہ ہے جو غفلت سے ذکر اور فکر کی طرف رجوع کرے "کما قَالَ تَعَالیٰ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗ اَوَّابٌ" اور جب تَابَ کی اسناد حق تعالیٰ کی طرف کی جائے مثلاً "تَابَ اللّٰہُ عَلَیْھَا" کہا جائے تو اُس کے معنیٰ یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے انتقام اور عقوبت سے عفو اور رحمت اور لطف وعنایت کی طرف رجوع فرمایا۔ (معارف القرآن)

لغت میں "توبہ" تَابَ یَتُوْبُ تَوْبَۃً (ن) سے مصدر ہے بمعنیٰ رجوع الی اللہ، اور رجوع اللہ سے مراد ہر ایک چیز سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف کرنا، واپس آنا اور لوٹنا۔ "تَابَ فُلَانٌ مِنْ کَذا" (فلاں شخص اس بات سے لوٹ گیا) اور اصطلاح شرع میں "فَالتَّوْبَۃُ هِیَ الرُّجُوْعُ عَمَّا کَانَ مَذْمُوْمًا فِی الشَّرْعِ اِلٰی مَا هُوَ مَحْمُوْدٌ فِی الشَّرْعِ" (غنیۃ)
(جو چیز شرعاً بُری ہے اس سے لوٹنا اور جو چیز شرعاً اچھی ہے اس کی طرف رجوع کرنا توبہ ہے)۔

اور دوسرا اصطلاحی معنیٰ "اَلنَّدَمُ عَلَی الْمَعْصِیَّۃِ لِکَوْنِهَا مَعْصِیَۃً۔" "گناہ پر پشیماں ونادم ہونا گناہ ہونے کی وجہ سے" (روح المعانی سورۃ التحریم آیت ۸) یعنی کئے ہوئے گناہ پر نادم ہونا اور یہ نادم ہونا اللہ کے خوف اور گناہ کی وجہ سے ہو، اس لئے کہ اگر غیر کی

وجہ سے ہو تو پھر یہ توبہ درست نہیں۔ جیسا کہ ایک آدمی جسمانی ضرر کی وجہ سے یا مالی نقصان کی وجہ سے یا مخلوق کے خوف سے یا مخلوق سے شرمندہ ہو کر گناہ پر نادم ہوا تو یہ توبہ قابل قبول نہیں ہے۔

تیسری اصطلاحی معنٰی " ترکُ الذنبِ لقُبْحِہٖ والندم علیٰ ما فَرَطَ منہُ والعزیمَۃ علی ترک المعاودۃ" گناہوں کو ان کی قباحت کی وجہ سے ترک کرنا اور اس گناہ پر جو صادر ہو گیا ندامت اختیار کرنا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا۔

علامہ قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "التوبۃ ھو الاعتراف بالذنب والندمُ علیہ والعزمُ علی اَن لا یعُوْدَ الیہِ" "توبہ کا معنی ہے اپنے گناہ کا اعتراف کر کے اس پر پشیمان ہونا اور یہ عزم کرنا کہ دوبارہ اس گناہ کی طرف نہیں لوٹے گا۔

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "التوبۃ ھی الرجوع عن المعصیۃ الی الطاعت و من الغفلۃ الی الذکر و من الغیبۃ الی الحضور۔"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ "باب الاستغفار" جلد ۵ صفحہ ۲۳۱)

"(ایک یہ کہ) گناہ چھوڑ کر عبادت میں لگ جانا اور (دوم یہ کہ) غفلت کی زندگی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگنا (سوم یہ کہ) اللہ تعالیٰ سے دل ذرہ سا غائب ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کر دینا توبہ کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے لئے الگ الگ الفاظ بھی مستعمل ہیں۔ اول کے لئے لفظ "توبہ" دوسرے کے لئے لفظ "انابۃ" اور تیسرے کے لئے لفظ "اَوْبَۃ"۔

سچی توبہ کی علامت:

سچی توبہ کی علامت دل کی رقت اور آنسوؤں کی کثرت ہے۔ اور توبہ کی حقیقت اور

اصل روح ندامتِ قلب ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے۔ اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ ’’ندامت توبہ ہے‘‘ (رواہ ابن ماجہ ’’باب ذکر التوبہ‘‘ صفحہ ۳۲۳) توبہ دل کا شرمندہ ہو جانا ہے اور گناہ پر گناہ ہونے کی وجہ سے دل میں سوزش پیدا ہو جانا ہے۔

استغفار اور توبہ میں فرق:

(۱)۔۔۔۔استغفار اور توبہ میں اصل توبہ ہے جبکہ استغفار اس توبہ کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔ توبہ تین چیزوں کا مجموعہ ہے۔ جب تک یہ تین چیزیں جمع نہ ہوں جو توبہ کی شرائط کے بیان میں آنے والی ہیں، اس وقت تک توبہ کامل نہیں ہوتی۔ استغفار توبہ کے مقابلے میں عام ہے جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استغفار کے اندر یہ تین چیزیں شرط نہیں بلکہ استغفار ہر انسان ہر حالت میں کر سکتا ہے۔ بعض اوقات ایک شخص بہت سے گناہ چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن ایک گناہ ایسا رہ جاتا ہے جس کے چھوڑنے پر کوشش کے باوجود وہ قادر نہیں ہوتا بلکہ حالات یا ماحول کی وجہ سے مغلوب ہوتا ہے۔ تو ایسا شخص توبہ نہیں کر سکتا اس لئے کہ توبہ کے لئے گناہ کا چھوڑنا شرط ہے اس لئے توبہ نہیں ہو سکتی۔ البتہ اللہ سے استغفار کرے اور دعا مانگے کہ اے اللہ یہ کام تو غلط ہے اور گناہ ہے۔ مجھے اس پر ندامت اور شرمندگی ہے، لیکن یا اللہ! میں مجبور اور کمزور ہوں اس کے چھوڑنے پر قادر نہیں ہو رہا۔ مجھے اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے اور اس گناہ سے بچایئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا کرے گا تو ان شآء اللہ ایک نہ ایک دن اس کو گناہ چھوڑنے کی توفیق ہو جائے گی۔

خلاصہ: خلاصہ یہ ہوا کہ توبہ چند شرائط کے ساتھ کامل ہو سکتی ہے۔ اور استغفار کے

لئے وہ شرائط نہیں ہیں بلکہ بغیر شرائط کے بھی استغفار کیا جا سکتا ہے۔

(تلخیص عن اصلاحی خطبات جلد ۶)

(۲)۔۔۔۔۔استغفار کا تعلق زبان سے ہے اور توبہ کا تعلق دل سے ہے۔ (ایضًا) کیونکہ استغفار کا جو معنیٰ ہے یعنی بخشش طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں اور خطاؤں کی معافی مانگنا، زبان ہی سے ہوتا ہے۔ اور توبہ کا جو معنیٰ ہے یعنی رجوع الی اللہ اور ندامت قلب اور گناہوں پر شرمندہ ہوجانا اور آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عزم کرنا، یہ دل ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔استغفار لنفسہٖ بھی ہوتا ہے اور لغیرہٖ بھی ہوتا ہے اور توبہ لنفسہٖ ہوتی ہے لغیرہٖ نہیں ہوتی۔ یعنی استغفار اپنے لئے اور غیر کے لئے بھی ہوتا ہے جبکہ توبہ صرف اپنے لئے ہوتی ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔استغفار کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتی صرف بندے کی طرف ہوتی ہے اور توبہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ بایں معنیٰ کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کو قبول کرنے والے ہیں۔

توبۃ النصوح کا معنیٰ: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا)

(سورۃ تحریم آیت ۸)

''اے ایمان والوں توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی توبہ''

توبہ کا لغوی اور شرعی معنیٰ پہلے گزر چکا ہے۔ اور نصوح بروزن فَعُوْل بمعنیٰ خالص اور صاف ہونا۔ نَصُوْح مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے غَفُوْرٌ وَضَرُوْبٌ وغیرہ آتے ہیں تو

توبۃ النصوح کا معنیٰ خالص توبہ کرنا و پختہ توبہ کرنا۔ اور نون کے ضمہ کیساتھ نُصوح بھی پڑھا گیا ہے۔ اس وقت یہ مصدر ہوگا، نصوح کی نسبت توبہ کی طرف مجازاً ہے اس لئے کہ نصوح تائبین کی صفت ہے نہ کہ توبہ کی صفت ہے۔ (روح المعانی جلد ۱۴ سورۃ التحریم آیت ۸) یا نَصُوْحُ بمعنیٰ مَنْصُوح ہے۔ (عمدۃ القاری باب التوبہ) تو پھر نصوح کی نسبت توبہ کی طرف مجازاً نہیں بلکہ حقیقۃً ہوجائے گا۔

توبۃ النصوح کے بارے میں اقوال:

(۱)۔۔۔۔۔تفسیر روح المعانی عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت ہے:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاس رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا التَّوْبَۃُ النَّصُوْحُ؟ قَالَ اَنْ یَّنْدَمَ الْعَبْدُ عَلٰی ذَنْبِ الَّذِیْ اَصَابَ فَیَعْتَذِرُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ لَا یَعُوْدُ اِلَیْہِ کَمَا لَا یَعُوْدُ اللَّبْنُ اِلٰی الضَّرْعِ۔

(روح المعانی ج ۱۴ سورۃ التحریم آیت ۸)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توبۃ النصوح کیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ بندہ اپنے کئے ہوئے گناہ پر نادم و پشیمان ہوجائے اور اللہ کی طرف عذر پیش کرے اور پھر اس گناہ کی طرف نہیں لوٹتا جس طرح دودھ تھن کی طرف نہیں لوٹتا۔

(۲)۔۔۔۔۔حضرت عمر فاروقؓ اور ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں:

''اَلتَّوْبَۃُ النَّصُوْحُ'': ''اَنْ یَّتُوْبَ مِنَ الذَّنْبِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ اِلَیْہِ، کَمَا لَا یَعُوْدُ اللَّبَنُ اِلٰی الضَّرْعِ'' (مدارج السالکین)

جیسے دودھ واپس تھن میں نہیں لوٹ سکتا، سچی توبہ کرنے والا بندہ پھر گناہ میں نہیں لوٹ سکتا۔

(۳)۔۔۔۔۔حضرت حسنؒ نے فرمایا ''توبۃ النصوح یہ ہے کہ پچھلے گناہوں پر پشیمان ہونا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا''۔

(۴)۔۔۔۔۔حضرت امام کلبیؒ نے فرمایا ''زبان سے استغفار کرنا۔ دل سے پشیمان ہونا اور اعضاء کو گناہ سے روک دینا توبۃ النصوح ہے۔''

(۵)۔۔۔۔حضرت قرظیؒ نے فرمایا ''توبۃ النصوح چار چیزوں کا مجموعہ ہے۔

۱۔ ''اَلْاِسْتِغْفَارُ بِاللِّسَان'' زبان سے استغفار کرنا

۲۔ ''وَالْاِقْلَاعُ بِالْاَبْدَان'' ''اعضائے بدن کو گناہوں سے روکنا''

۳۔ ''وَاِضْمَارُ تَرْکُ الْعوْدِ بِالْجَنَان'' ''دوبارہ گناہ نہ کرنے کا دل سے عہد کرنا''

۴۔ ''وَمھَاجِرَۃُ سَیِّیءُ الْاِخْوَان'''' اور برے بدکار دوستوں کو چھوڑ دینا''

(تفسیر مظہری عربی ج ۷ سورۃ التحریم آیت ۸)

۵۔حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے ''توبہ نصوح یہ ہے کہ تم گناہ سے توبہ کے بعد گناہ سے اتنی ہی نفرت کرنے لگو جس قدر تم کو اس سے پہلے اس گناہ کی رغبت تھی اور جب اس گناہ کا خیال آئے اس سے بارگاہ خداوندی میں استغفار کرو''۔

توبہ کے بارے میں اقوال اور ان کی اقسام

(۱)۔۔۔۔۔حضرت ذوالنون مصریؒ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا: ''تَوْبَۃُ الْعَوَامِ مِنَ الذُّنُوْبِ'' ''عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے''۔

''وَتَوْبَۃُ الْخَوَاصِ مِنَ الْغَفْلَۃِ'' ''اور خواص کی توبہ غفلت سے'' اور فرمایا توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے تمھارے لئے اس قدر تنگ معلوم ہو کہ تمھیں قرار حاصل نہ ہو۔ بلکہ تمھار انفس بھی تمھارے لئے تنگ ہو جائے جیسے اللہ تعالیٰ اپنی

کتاب میں فرماتے ہیں:

(وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُ) ....(سورۃالتوبۃآیت ۱۱۸)

''یہاں تک کہ جب ان پر یہ زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود تنگ ہوگئی، ان کی زندگیاں ان پر دوبھر ہوگئیں، اورانہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ (کی پکڑ) سے خود اسی کی پناہ میں آئے بغیر کہیں اور پناہ نہیں مل سکتی، تو پھر اللہ نے ان پر رحم فرمایا، تاکہ وہ آئندہ اللہ ہی سے رجوع کیا کریں''۔

دوسری جگہ کشف المحجوب میں ارشاد فرماتے ہیں: کہ توبہ کی دو قسمیں ہیں ایک توبہ انابت دوسری توبہ استحیاء۔

انابت: ''اَلتَّائِبُ یَرْجِعُ مِنْ خَوْفِ الْعُقُوْبَةِ''

توبہ انابت یہ ہوتی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے توبہ کرتا ہے۔

استحیاء: ''اَلتَّائِبُ یَرْجِعُ اِسْتِحْیَاءً لِکَرَمِهٖ تَعَالٰی''

اورتوبہ استحیاء یہ ہوتی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی شرم وحیاء سے توبہ کرتا ہے۔

(۲)۔۔۔۔حضرت نوریؒ فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے توبہ کرے (یعنی دل کو ماسوا اللہ تعالیٰ سے خالی کرے)۔

(۳)۔۔۔۔محمد بن احمد بن صوفی عبداللہ بن علی تمیمیؒ روایت کرتے ہیں۔ کہ ان تینوں شخصوں کی توبہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

۱۔ ''تَائِبٌ یَتُوْبُ مِنَ الزَّلَّاتِ''

''ایک وہ شخص جو اپنی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے''۔

۲۔ ”وَتَائِبٌ يَّتُوْبُ مِنَ الْغَفْلَاتِ“

”دوسرا وہ جو غفلتوں سے توبہ کرتا ہے“۔

۳۔ ”وَتَائِبٌ يَّتُوْبُ مِنْ رُؤْيَةِ الْحَسَنَاتِ“

تیسرا وہ جو اپنی نیکیوں کو دیکھنے سے توبہ کرتا ہے۔ (یعنی وہ عجب اور خود پسندی سے پاک ہوتا ہے۔ اور اپنی نیکیوں کے بجائے گناہوں پر نظر کرتا ہے۔ اور اگر نیکی دیکھے بھی تو کامل ہونے کے باوجود وہ ناقص سمجھ کر توبہ و استغفار کرتا ہے۔)

(۴)۔۔۔۔۔ حضرت بوشنجیؒ سے کسی نے توبہ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا۔ ”جب تو گناہ کا ذکر کرے اور تجھے اسی ذکر سے اس کی مٹھاس محسوس نہ ہو بلکہ تلخی اور نفرت اور بے زاری مخصوص کرے تو بس وہی توبہ ہے۔“

کیونکہ جب کوئی شخص اپنے گناہوں کو افسوس و ندامت سے یاد کرتا ہے، تو وہ تائب ہے اور جو شخص شوق و ارادہ سے اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے، تو وہ گنہگار رہے۔

کیونکہ گناہ کے کام میں اتنی آفت نہیں ہوتی، جتنی اس کے ارادے اور خواہش کے موقع پر ہوتی ہے۔ اس لئے فعل تھوڑے وقت کے لئے ہوتا ہے اور اس کا ہمیشہ ہوتا ہے۔ پس وہ شخص جو اپنے جسم کو گناہ میں ایک گھڑی کے لئے ملوث کرتا ہے۔ اتنا برا نہیں جتنا کہ وہ شخص جو دن رات اس گناہ کی یاد اور آرزو لئے پھرتا ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ)

(۵)۔۔۔۔۔ حضرت امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں۔ توبہ راہ سلوک کا پہلا قدم ہے، توبہ منزل تک پہنچنے والوں کی گراں قیمت پونجی ہے۔ سالکین طریقت سب سے پہلے توبہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ توبہ گمراہ لوگوں کے لئے استقامت کی کنجی ہے۔ مقربین اسی سے تقرب

حاصل کرتے ہیں۔

(۶)۔۔۔۔۔حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"التوبۃ ان لّا تنسی ذنبک"

"توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو کبھی فراموش نہ کرے"، یعنی انہیں یاد کر کے تجھ پر رقت وندامت طاری ہوتی رہے اور تو ان کے باعث اللہ تعالیٰ کے قہر وعقاب سے خوفزدہ رہے۔ نیز گناہوں کو یاد رکھنے کے باعث تو اپنے نیک اعمال پر مغرور نہ ہو۔

(۷)۔۔۔۔۔حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:

"التوبۃ ان تنسیَ ذنبک"

"توبہ یہ ہے کہ تو بعد توبہ اپنے گناہوں کو بالکل فراموش کر دے۔" اس کی حکمت یہ ہے کہ توبہ کرنے والا گزشتہ گناہوں سے معصوم و پاک ہوجاتا ہے۔ وہ ایسی حالت میں خدا کا محب ہوتا ہے اور محب کا شیوہ یہ ہے کہ وہ محبوب (اللہ تعالیٰ) کے حضور اور مشاہدہ محبوب میں رہا کرتا ہے۔ لہٰذا مشاہدہ میں یاد گناہ اور ذکر گناہ مناسب نہیں۔

شرائط توبہ:

(۱)۔۔۔۔۔امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ توبہ کے لئے تین شرائط ہیں۔

اول: "اَنْ یَّقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِیَّۃِ" "گناہ کو چھوڑنا"

دوم: "اَنْ یَّنْدَمَ عَلٰی فِعْلِھَا" "گناہ پر نادم وپشیمان ہونا"

سوم: "وَاَنْ یَّعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا عَلٰی اَنْ لَّا یَعُوْدَ اِلٰی مِثْلِھَا اَبَدًا"

"آئندہ کے لئے اس گناہ کا دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا"

''فَاِنْ کَانَتِ الْمَعْصِیَۃُ تَتَعَلَّقُ بِاٰدَمِیٍّ فَلَھَا شَرْطٌ رَابِعٌ وَھُوَ رَدُّ الظُّلَامَۃِ اِلٰی صَاحِبِھَا اَوْ تَحْصِیْلُ الْبَرَآئَۃِ مِنْہُ'' ''اگر گناہ ایسا ہو جس کا تعلق بنی آدم (بندوں) کے ساتھ ہو تو پھر اس کے لئے چوتھی شرط یہ ہے کہ جو چیز ظلماً لی ہو اُسے اپنے مالک کو واپس کرنا یا اس سے معاف کروانا''

(شرح صحیح مسلم لنووی کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والا استغفار ج ۲، ص ۳۴۶)

(۲)۔۔۔۔۔علامہ سید محمود آلوسیؒ اپنی تفسیر میں شرح مقاصد سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''اگر گناہ خالص حقوق اللہ میں سے ہو تو پھر صرف پشیمانی کافی ہے۔ جیسے میدان جنگ سے بھاگنا اور امر بالمعروف کو چھوڑ دینا۔ اور کبھی محتاج ہوتا ہے۔ ایک زائد چیز کی طرف جیسے حد شرب میں اپنے نفس کو حد کے لئے حوالہ کرنا اور زکوٰۃ کے چھوڑنے میں جو کہ واجب ہوئی تھی، اس کو ادا کرنا۔ اسی طرح فوت شدہ نمازوں کی قضاء پڑھنا۔ اور اگر گناہ حقوق العباد میں سے ہو پھر اگر اس گناہ کا تعلق ظلم سے ہو جیسے غصب اور قتل عمد وغیرہ تو پشیمانی اور آئندہ نہ کرنے کے عزم ساتھ ساتھ بندے کا حق ادا کرنا یا اس کا بدل ادا کرنا اور اگر یہ گناہ دوسروں کو گمراہ کرنے والا تھا تو پھر اس کو رشد وہدایت کی راہ دکھانا۔ اور اگر گناہ دوسروں کو ضرر پہنچانے والا تھا جیسے غیبت وغیرہ اور اس کو غیبت کی بات پہنچ گئی ہو۔ تو استغفار وندامت کے ساتھ اس سے معاف کروانا، البتہ اُس کو غیبت کی تفصیل بتانا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کو کسی فحش طریقے سے پہنچ گیا ہو تو پھر وضاحت ضروری ہے۔

(روح المعانی، الجزء الثامن والعشر ون ج ۱۴، سورۃ التحریم آیت ۸)

تائب کون ہوتا ہے؟:

''امام قرطبیؒ نے ''التذکرۃ'' میں ایک حدیث نقل کی ہے، جس کے راوی حضرت

ابن مسعودؓ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں'':

''اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ وَھُوَ فِیْ جَمَاعَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ''

''اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت میں موجود تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا''

''أَتَدْرُوْنَ مَنِ التَّائِبِ؟''

''تم جانتے ہو کہ توبہ کرنے والا کون ہوتا ہے؟''

انہوں نے کہا: اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نہیں جانتے، آپ بتلا دیجئے۔

''قَالَ: اِذَا تَابَ الْعَبْدُ وَلَمْ یَرْضَ خُصَمَآءُہٗ فَلَیْسَ بِتَائِبٍ''

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک بندہ توبہ کرے پھر جن لوگوں سے اس کے کچھ مسئلے مسائل ہوں ان کو وہ طے نہ کرے تو وہ بندہ تائب نہیں ہوتا، جب تک اپنے جھگڑوں کو نہ سمیٹے۔''

پھر فرمایا:

''وَمَنْ تَابَ وَلَمْ یُغَیِّرْ لِبَاسَہٗ فَلَیْسَ بِتَائِبٍ''

''جو توبہ کرے، لیکن اپنا لباس نہ بدلے وہ تائب نہیں ہے۔''

پھر فرمایا:

''فَمَنْ تَابَ فَلَمْ یُغَیِّرْ مَجْلِسَہٗ فَلَیْسَ بِتَائِبٍ''

''جو توبہ کرے اور اپنی مجلس تبدیل نہ کرے (یعنی نیکوں کی مجلس کو اختیار نہ کرے) وہ تائب نہیں ہوتا۔''

''وَمَنْ تَابَ وَلَمْ یُغَیِّرْ نَفَقَتَہٗ وَزِیْنَتَہٗ فَلَیْسَ بِتَائِبٍ''

''جو اپنے نان نفقہ کو نہ بدلے کہ حلال کو اختیار کرے وہ تائب نہیں ہوتا۔''

''وَمَنْ تَابَ وَلَمْ يُغَيِّرْ فِرَاشَهُ وَوِسَادَهُ فَلَيْسَ بِتَائِبٍ''

''جو توبہ کرے، مگر سونے کے طریقے اور اپنے بستر کو بھی نہ بدلے یعنی نیکی کی زندگی نہ اپنالے، وہ تائب نہیں۔''

''وَمَنْ تَابَ وَلَمْ يُوَسِّعْ خُلُقَهُ فَلَيْسَ بِتَائِبٍ''

''جو توبہ کرے اور اپنے اخلاق کو اچھا نہ کرے، وہ بھی تائب نہیں ہوتا۔''

''وَمَنْ تَابَ وَلَمْ يُوَسِّعْ قَلْبَهُ وَكَفَّهُ فَلَيْسَ بِتَائِبٍ''

''جو توبہ کرے، مگر اپنا دل اور ہاتھ بڑا نہ کرے، وہ تائب نہیں ہوتا۔''

''ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فَإِذَا تَابَ عَنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ فَذٰلِكَ تَائِبٌ حَقًّا''

(مقامات سلوک، التذکرۃ للقرطبی)

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان تمام خصائل سے توبہ کرے تو وہ صحیح معنوں میں توبہ کرنے والا ہوتا ہے۔''

توبہ چھ چیزوں کا نام ہے:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک اعرابی مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوا اور کہا ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ'' ''اے اللہ میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ اور رجوع کرتا ہوں'' اور پھر تکبیر تحریمہ کہی۔ جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوا تو حضرت علیؓ نے اس کو فرمایا کہ زبان پر جلد استغفار پڑھنا (یعنی جو صرف زبان سے استغفار و توبہ کے الفاظ ہو اور دل سے نہ ہو اور نہ شرائط کا کوئی لحاظ ہو) تو وہ جھوٹوں کی توبہ ہے۔ اور تیری یہ محض زبانی توبہ دوسری توبے کی محتاج ہوتی ہے۔ اعرابی نے کہا اے

امیر المؤمنین! توبہ (یعنی کامل توبہ) کیا چیز ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ توبہ چھ چیزوں کا نام ہے:۔

(۱)۔۔۔۔۔ماضی میں کئے ہوئے گناہ پر ندامت۔

(۲)۔۔۔۔۔ضائع کئے ہوئے فرائض (یعنی جو فرض نمازیں چھوڑی ہوں ان) کی قضاء پڑھنا۔

(۳)۔۔۔۔۔جو چیز ظلماً لی ہو اس کو واپس کرنا۔

(۴)۔۔۔۔۔نیکی اور طاعات میں اپنے نفس کو کمزور رکھنا جس طرح تو نے معصیت میں اپنے نفس کی نشونما کی ہے۔

(۵)۔۔۔۔۔اپنے نفس کو طاعات کی تلخی چکھانا جس طرح تم نے اپنے نفس کو معصیت کی مٹھاس چکھائی تھی۔

(۶)۔۔۔۔۔اور ہر ہنسنے کے بدلے میں جو تو ہنسا تھا رونا۔

(روح المعانی، الجزء الخامس العشر ون سورۃ شوریٰ آیت ۲۵)

توبہ قبول ہونے میں شک نہ کرو

توبہ جب اپنی شرائط کے ساتھ ہوتی ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ ضرور قبول ہوتی ہے۔ جب توبہ کرو تو اس کے قبول ہونے میں شک نہ کرو۔ جس طرح دعا کے آداب میں سے ہیں کہ دعا میں عدمِ قبولیت کا خیال نہ کرے بلکہ دل کو اس بات پر مطمئن کرے کہ ضرور قبول ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اُدْعُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَآءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ" (ترمذی)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ سے تم دُعا کرو اس حالت میں کہ تمہیں یقین ہو اسکے قبول ہونے کا اور یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل سے دعا قبول نہیں کرتا۔

توبہ کے چار ستون ہیں:

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: توبہ کے چار ستون ہیں۔

(۱)۔۔۔۔۔"اِسْتِغْفَار بِاللِسان" "زبان سے معافی کی طلب"

(۲)۔۔۔۔۔"وَنَدَمٌ بِالْقَلْب" "دل سے پشیمانی"

(۳)۔۔۔۔۔"وَتَرْکٌ بِالْجَوَارِحِ" "اعضاء سے گناہ کا ترک کرنا"

(۴)۔۔۔۔۔"وَاِضْمَارٌ اَلَّا یَعُوْدَ" "اور نیت یہ رکھنا کہ دوبارہ ایسا گناہ نہیں کروں گا"

(غنیۃ الطالبین)

گناہ کا کفارہ:

بزرگوں نے کہا ہے کہ آٹھ کام ہیں کہ جب گناہ کے بعد کئے جائیں تو گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

چار دل سے متعلق ہیں: **(اول)** توبہ یا توبہ کا قصد **(دوم)** اس بات کا عزم کہ پھر ایسا نہیں کروں گا۔ **(سوم)** اس گناہ کے سبب عذاب کا خوف۔ **(چہارم)** عفو کی امید۔

اور چار بدن سے متعلق ہیں: **(اول)** دو رکعت نماز توبہ پڑھے **(دوم)** ستر ۷۰ بار استغفار کرے **(سوم)** سو بار کہے "سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ **(چہارم)** صدقہ دے جس قدر ہو سکے، ایک دن کا روزہ رکھے اور بری صحبت کو چھوڑ

دے۔۔۔۔(عمدۃ السلوک صفحہ ۱۰۲)

توبہ پر ثابت قدم رہنا:

یہ ایک حقیقت ہے کہ توبہ پر ثابت قدم رہنا توبہ کرنے سے زیادہ مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ توبہ کرنے والے تو زیادہ ہیں لیکن توبہ پر ثابت قدم رہنے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

تو اسی سلسلے میں حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں۔''جو بھی اچھا عمل کر رہے ہو اسے کبھی ترک نہ کرو۔اور توبہ پر ثابت قدم رہنے کے لئے ضروری ہے کہ موت کو ہمیشہ یاد رکھو۔موت کی یاد گناہوں کی لذت کو ختم کرتا ہے اور جو شخص موت اور جہنم سے ڈرتا ہے وہ گناہوں سے اپنے آپکو بچاتا رہتا ہے۔

سالکین کے متعلق کچھ باتیں:

اکثر سالکین اپنے حالات بیان کرتے ہوئے یہ سوال اُٹھاتے ہیں کہ ہم بلاشبہ گناہوں سے تو توبہ کر لیتے ہیں لیکن توبہ پر ثابت قدم نہیں رہ سکتے۔یعنی وہ توفیق اور ہمت میسر نہیں ہوتی جسکی وجہ سے گناہوں سے پیچھے ہٹ جائیں۔تو اسکے بارے میں چند باتیں بیان طلب ہیں۔

(۱) بار بار گناہ کرنے کے باوجود بار بار توبہ کرنا بھی توبہ کی ثابت قدمی کے زمرے میں آتا ہے۔کیونکہ توبہ کرنے سے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔جیسے کہ ایک بندے نے گناہ سے توبہ کر لی لیکن اپنے نفس اور خواہشات و عادات کی وجہ سے دوبارہ اس گناہ کا مرتکب ہوا لیکن پھر اس بندے پر خوف الٰہی غالب ہوا اور وہ نادم ہوا اور دوبارہ توبہ

کرلی اوراسی طرح گناہ اورتوبہ کا سلسلہ جاری رہا۔اس توبہ کی عمل سے بے شک اسکے گناہ تو معاف ہوتے جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ سے تعلق اورقرب والا پہلو اَدھورا ہوگا کیونکہ اس بندے میں وہ طاقت یعنی توفیق وخوف الٰہی نہیں ہے جسکی وجہ سے وہ اپنے نفسانی خواہشات کا مقابلہ کر کے نفس کے تقاضے وچاہت پر غالب آجائے اوراپنے آپکوگناہوں سے بچائے۔تو یہ توبہ ہے لیکن وہ توبہ نہیں ہے جسکوتوبۃ النصوح کہاجاتا ہے۔

(۲) دوسری قسم کے بندے وہ ہیں جب وہ گناہوں سے توبہ کرلیتے ہیں تو پھر ان گناہوں کے قریب نہیں جاتے اوراپنے ندامت پر ثابت قدم رہتے ہیں اور گناہ سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے زہریلے سانپ سے انسان ڈر کر بھاگتا ہے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ ان میں وہ طاقت ہوتی ہے جسکی وجہ سے انکے خواہشات مغلوب ہوجاتے ہیں اوروہ غالب ہوجاتے ہیں۔اور یہ ایسا کیوں ہے؟ کیونکہ ان لوگوں کی روحانیت اس مقام پر ہوتی ہے جسکی وجہ سے توفیق الٰہی ہرحال میں ان کے ساتھ شامل ہوتی ہے۔چاہے جتنے بھی گناہوں کے دواعی اورمواقع موجود ہولیکن باوجوداسکے وہ خواہش نفس پر غالب ہوتا ہے اور گناہوں سے اجتناب کرتا رہتا ہے۔

وصل الٰہی کے لئے ترک معاصی لازم ہے:

اسکا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے اوراسکے ساتھ تعلق بنانے کے لئے سو(۱۰۰) فیصد گناہ کا چھوڑنا اورنفسانی خواہشات پرقابو پانا لازمی ہے۔مثال کے طور پر ایک شخص ہے جس نے ۹۰ فیصد گناہ چھوڑ دئے لیکن ۱۰ فیصد گناہوں کا وہ اب بھی مرتکب ہے۔تو لہٰذا یہ ۱۰ فیصد گناہ اسکے لئے حجاب بن کر وصل الٰہی سے محروم رہے گا۔اسی طرح

ایک شخص نے ۹۵ یا ۹۸ فیصد گناہ چھوڑ دئے اور باقی کا وہ مرتکب ہے تو جتنے فیصد گناہوں میں وہ مبتلا ہوگا تو اتنا ہی وہ وصل الٰہی میں فصل ہوگا۔

تو خلاصہ یہ ہے کہ کامل وصل تب حاصل ہوگا جب ۱۰۰ فیصد گناہ ترک کیا جائے۔ اعمال صالحہ اور گناہوں سے اجتناب وصل الٰہی کا سبب بنتا ہے جبکہ گناہوں کا ارتکاب فصل (جدائی) کا سبب بنتا ہے۔

بندہ فقیر نے اپنے مشائخ کی صحبتوں اور مجالس میں کچھ باتیں بار بار سُنی ہیں اور مشاہدے اور تجربے کے عمل سے گزار اکر ثابت ہوئی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل بیان کی گئی ہیں۔

(۱) معصیت کا ارتکاب نفس کی فطری عادت ہے۔ اور نفس کو معصیت سے روکنا اور اطاعت کے راستے پر لگانا گویا اسکی فطری عادت کو بدلنا ہے اور ظاہری بات ہے کہ فطری عادات واطوار کا بدلنا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اسکے لئے انتھک محنت اور لگن کی ضرورت ہوگی۔ اور نفس کی فطری عادات واطوار کا بدلنا صحبت اہل اللہ کے بغیر ممکن نہیں۔

(۲) صحبت اہل اللہ یعنی اپنے شیخ کی صحبت اور اپنے شیخ کے مشورے کے مطابق اسباق طریقت اور دیگر اعمال دوام کے ساتھ کرنا لازمی ہے۔ بعض سالکین کچھ گناہ تو چھوڑ دیتے ہیں لیکن بعض گناہوں کا زیادہ عادی ہونے کی وجہ سے اسے چھوڑنے میں دقّت ہوتی ہے تو اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ سالک صلوٰۃ حاجات اور دعا کا اہتمام لازم رکھے۔

گناہوں سے خلاصی کے لئے مجرّب نسخہ:

جو بندہ کسی گناہ کا عادی ہو، قرب الٰہی کے لئے وہ گناہ حجاب اور رکاوٹ کا سبب

بن رہی ہو مثلاً بدنظری، عشقِ مجازی وغیرہ وغیرہ تو اسکو دور کرنے کے لئے ایک مجرب نسخہ قابل ذکر ہے۔ جو بندہ فقیر نے اپنے مشائخ سے سنا ہے جس کی اجازت اس وقت یہ عاجز سب مردوں اور عورتوں کو دے رہا ہے اور وہ عمل بہت آسان ہے کہ دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اسی جگہ پر بیٹھ کر 313 مرتبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" توجہ کے ساتھ پڑ لیا جائے اس طریقے پر کہ "اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" پڑھنے کیساتھ اپنے گناہ کا تصور کرے اور اسی دوران کسی سے کلام نہ کرے۔ یہ عمل چند مرتبہ کر کے ان شاء اللہ تعالیٰ اس گناہ سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور جو بھی رکاوٹ قرب الٰہی میں حائل ہو گی وہ ختم ہو جائے گی۔

جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے سمندر کی تاریکی، مچھلی کے پیٹ کی تاریکی اور رات ک تاریکی سے نجات دے کر دل اور دن کی روشنی اور اپنی خوشنودی سے منور کیا اسی طرح جب ایک گناہ گار بندہ یہ دعا اور خصوصًا اپنے شیخ کی اجازت سے پڑھا کرے گا تو گناہوں کے سمندر اور اسکی تاریکیوں سے اللہ تعالیٰ اسے نجات دے دے گا اور اسکے دل کو تقویٰ سے منوّر کر دے گا۔

دل قابو میں کرنے کا مجرب عمل:

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: کہ ہمارے مشائخ نے یہ بتایا کہ اگر کسی انسان کی کیفیت ایسی ہو کہ اس کے دل میں کسی کا خیال بار بار آئے، ہٹانے سے بھی نہ ہٹے، دل میں ایسا جم جائے کہ کسی اور چیز میں دل نہ لگے اور انسان ڈرے کہ میں گناہ کا مرتکب ہو جاؤں گا تو اس کو ایک عمل کرنے کی اجازت دی گئی،

جس کی اجازت اس وقت یہ عاجز سب مردوں اور عورتوں کو دے رہا ہے اور وہ عمل بہت آسان ہے کہ ہر دن میں ایک سو (۱۰۰) مرتبہ یہ پڑھے:

"لَا مَرْغُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ، لَا مَطْلُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ، لَا مَحْبُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ، لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ" اگر سو مرتبہ روزانہ اس کی تسبیح پڑھ لی جائے تو ہم نے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بچے اور بچیوں کو اس عمل کے صدقے گناہ کبیرہ سے بچ کر زندگی گزارتے دیکھا ہے۔ یہ بہت مجرب عمل ہے، وہ بچیاں جو کہتی تھی کہ ہم مرجائیں گی فلاں کے بغیر اور جو مرد کہتے تھے کہ فلاں کے بغیر ہم مرجائیں گے، چند دن انہوں نے یہ عمل کیا کوئی بھی نہ مرا اور اللہ نے ایمان اور اعمال کی حفاظت بھی فرمالی تو اس عمل کی بھی سب کو اجازت ہے کہ اگر خدانخواستہ دل میں کوئی ایسی کیفیت آجائے تو دل کو صاف کرنے کے لئے یہ ہارٹ کلینزر کی مانند ہے۔ امریکہ کی ایک یونیورسٹی کے بچے اور بچیوں نے اس عمل کا نام ہارٹ کلینزر "دل صاف کرنے والا، رکھا ہوا ہے اس لئے جو انسان بدکاری سے بچے وہ اللہ تعالیٰ کی نزدیک سب سے اچھا انسان ہے۔

دوامِ توبہ میں لوگوں کی قسمیں:

پہلی قسم: حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کرنے والوں کے چار طبقے ہیں، ان میں سے پہلا طبقہ ان گنہگاروں کا ہے جو گناہ سے تائب ہوں، اور اخیر عمر تک اپنی توبہ پر قائم رہیں، ماضی میں جو قصور و گناہ واقع ہوا ہے، اس کی تلافی کریں، اور دوبارہ اس گناہ کے ارتکاب کا تصوّر تک نہ کریں، سوائے ان لغزشوں کے جن سے نبی کے علاوہ کوئی انسان محفوظ نہیں ہے، یہ استقامت علی التوبہ ہے، اس توبہ کا نام توبۃ النصوح ہے اور ایسے تائب کے نفس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

دوسری قسم: ان توبہ کرنے والوں کی ہے جو اہم ترین اطاعات میں استقامت کا راستہ اپناتے ہیں اور تمام کبیرہ گناہوں کو ترک کر دیتے ہیں، تاہم ایسے گناہوں سے دامن نہیں بچا پاتے جو ان سے قصد وارادہ کے بغیر سرزد ہوتے ہیں، اگرچہ پہلے سے ان کے ارتکاب کا عزم نہیں ہوتا، لیکن جب بھی ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس کو ملامت کرتے ہیں، شرمندہ ہوتے ہیں، اور یہ عزم کرتے ہیں، کہ ہم ان اسباب سے محفوظ رہنے کی کوشش کریں گے جو گناہ پر امادہ کرتے ہیں۔ ایسے تائب کے نفس کو نفس لوّامہ کہتے ہیں، کیونکہ یہ ان احوال ذمیمہ پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے جو اس پر قصد وارادہ کے بغیر طاری ہوجاتے ہیں۔

تیسری قسم: اس میں وہ لوگ شامل ہیں جو توبہ کر کے کچھ عرصہ اس پر مستقیم رہتے ہیں، پھر کسی گناہ کی خواہش ان پر غالب ہوجاتی ہے، اور وہ اسے قصد وارادے کے ساتھ کر بیٹھتے ہیں، کیونکہ ان میں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ شہوات کو مغلوب کرسکیں، مگر نیک اعمال کی پابندی کرتے ہیں اور اطاعت بجالاتے ہیں، عام طور پر گناہوں سے بھی بچتے ہیں، لیکن دو چار خواہشوں سے مجبور ہوتے ہیں۔ جب گناہ کی خواہش پیدا ہوجاتی ہے تو نفس پر ان کا اختیار باقی نہیں رہتا اور وہ خواہشات کی وجہ سے عمل کر کے بیٹھتے ہیں، دل میں اسے برا سمجھتے ہیں اور یہ آرزو کرتے ہیں کہ جس طرح ہمیں اطاعات کی توفیق ملی ہے، اور جس طرح ہم بے شمار گناہوں سے محفوظ ہیں، اسی طرح اگر ان دو چار گناہوں سے بھی بچے رہیں تو کتنا اچھا ہوگا، معصیت سے پہلے یہی آرزو کرتے ہیں اور معصیت کے بعد اس پر نادم ہوتے ہیں اور یہ عہد کرتے ہیں کہ آئندہ ہم اس معصیت پر قابو پانے کے لئے نفس کے ساتھ سخت مجاہدہ کریں گے لیکن ان کے نفس ٹال مٹول سے کام

لیتے ہیں، اور وہ اپنے عہد کی تکمیل نہیں کر پاتے، ایسے تائب کے نفس کو نفسِ مسومہ کہا جاتا ہے۔

چھوتی قسم: ان تائبین کی ہے جو توبہ کریں، کچھ عرصہ توبہ پر قائم رہیں، اور پھر گناہوں کے ارتکاب میں مشغول ہو جائیں، نہ ان کے دل میں گناہوں کی قباحت کا خیال آئے، نہ وہ یہ سوچیں کہ ہمیں ان اعمال بد سے توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ کیلئے اجتناب کرنا چاہئے۔ نہ انہیں اپنے فعل پر افسوس ہو، نہ ندامت ہو بلکہ غافلوں کی طرح شہوات میں غرق رہیں، ایسے لوگوں کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں، ان کا شمار گناہ پر اصرار کرنے والوں میں ہوتا ہے، اس قسم میں شامل لوگوں کا نفس امّارہ بالسوء کہلاتا ہے۔

(احیاء العلوم)

ندامت کی پہچان:

ندامت دل کے درد کا نام ہے یہ درد اس وقت دل میں پیدا ہوتا ہے جب بندہ سے محبوب شے (یعنی مال، اولاد اور عزت وغیرہ) اس کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔ ندامت کی پہچان یہ ہے کہ دل میں بے پناہ غم ہو، چہرے پر اس کے اثرات نمایاں ہوں، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں اور فکر میں استغراق کی سی کیفیت ہو۔ نادم کی کیفیت اس شخص جیسی ہو جاتی ہے جسے کسی عزیز یعنی اپنی جان یا اولاد پر آنے والی سخت مصیبت کا علم ہو تو ایسے شخص کے رنج و غم کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ انسان کے لئے اس کے نفس (جان) سے بڑھ کر اور کون عزیز ہو سکتا ہے؟ دوزخ کے عذاب سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت بڑی ہو سکتی ہے؟ اس

مصیبت پر گناہوں سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گنہگاروں کے لئے عذاب کی خبر پہلے سے دی ہے۔ اگر کوئی ڈاکٹر آپ کو یہ بتادے کہ آپ کا بیمار بیٹا صحت یاب نہیں ہو سکے گا بلکہ مر جائے گا تو آپ اسی لمحے رنجیدہ ہو جاتے ہیں گویا کہ آپ پر مصیبتوں کا ایک بڑا پہاڑ آپڑا ہے۔ حالانکہ نہ بیٹا نفس سے عزیز ہے نہ وہ ڈاکٹر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ صادق و عالم ہے اور نہ موت دوزخ کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔ جس طرح گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب شدید یقینی ہیں اس طرح بیماری سے موت کا آنا یقینی نہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ بیماری سے ڈرتے ہیں، گناہ سے نہیں ڈرتے۔ بہر حال ندامت کی آگ جس قدر تیز ہوگی اس قدر گناہ راکھ کا ڈھیر بن جائیں گے۔ ندامت کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا دل نرم ہو اور آنکھ میں آنسوؤں کی فراوانی ہو۔

بندے کے آنسو کی قیمت رب کریم کا دیدار ہے:

جب بندہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! میرے بندے کے آنسو کی قیمت لگاؤ۔ وہ عرض کرتے ہیں اس کی قیمت یہ ہے کہ اس کی نیکیاں مقبول ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں اس کی قیمت یہ ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ اس کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے۔ پھر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس کی قیمت یہ ہے کہ تو اسے جنت عطاء فرمائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے۔ سبحان اللہ۔۔۔ وہ عرض کرتے ہیں

اے ہمارے رب! ہم اس کی قیمت کے اندازے سے عاجز ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی قیمت میرے وجہ کریم کا دیدار ہے۔ سبحان اللہ۔۔۔ (نزھۃ المجالس)

حضرت ابو سلیمانؒ کا فرمان:

حضرت ابو سلیمانؒ نے فرمایا:

"عُوْدُوْا أَعْيُنَكُمُ الْبُكَاءَ وَقُلُوْبَكُمُ التَّفَكُّرَ"

"آنکھوں کو رونے اور دلوں کو سوچنے کا عادی بناؤ"۔

"اَلْفِكْرُ فِي الدُّنْيَا حِجَابٌ عَنِ الْآخِرَةِ وَعُقُوْبَةٌ لِاَهْلِ الْوِلَايَةِ"

دنیا کی فکر آخرت سے روکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے دوست دنیا کی فکر کو عذاب سمجھتے ہیں۔

"وَالْفِكْرُ فِي الْآخِرَةِ يُوْرِثُ الْحِكْمَةَ وَيُحْيِي الْقُلُوْبَ"۔

اور آخرت کی فکر حکمت و دانائی پیدا کرتی ہے اور دلوں کو زندہ کرتی ہے۔

تنہائی کے آنسوؤں کی قیمت:

اگر ذکر کی حالت میں کچھ آنسو بھی نکل آئیں۔ اور تنہائی بھی ہو تو یہ آنسو قیامت کے دن ہمیں عرش کا سایہ دلائیں گے۔ "رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ" خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تنہائی کے آنسو، ذکر اللہ کے آنسو اور اللہ کی محبت کے آنسوؤں پر ستارے بھی رشک کرتے ہیں۔ جب کوئی گنہگار بندہ روتے روتے اپنی مغفرت مانگتا ہے تو اس کے رونے اور گڑگڑانے کا اور اس کے آنسوؤں کا اللہ کے نزدیک کیا مقام ہے؟ علامہ آلوسی بغدادیؒ نے سورۃ انا نزلنا کی تفسیر میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے حدیث قدسی کے

بارے میں محدثین فرماتے ہیں کہ وہ کلام نبوت ہے جو زبان نبوت سے ادا ہو لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ نسبت کر دے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

توبہ کے آنسوؤں کی محبوبیت:

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجْلِ الْمُسَبِّحِیْن“ ”گناہ گار کا نالہ اور ان کا رونا اور گڑگڑا کر مجھ سے معافی مانگنا اور ان کی آہ وزاری اور اشکباری مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی سبحان اللہ سبحان اللہ سے زیادہ محبوب ہے“

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

کہ برابر می کند شاہ مجید اشک را وروزن با خون شہید

”اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کی ندامت کے آنسوؤں کو شہید کے خون کے برابر وزن کرتے ہیں“۔ مولانا رومیؒ خود اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ندامت کے یہ آنسو پانی نہیں ہے بلکہ یہ جگر کا خون ہے۔ خوف خدا سے جب جگر کا خون پانی بن جاتا ہے تب وہ آنسو بن کر نکلتا ہے۔ (مواعظ درد محبت)

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

ایک دفعہ حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ سے کچھ لوگوں نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول نہیں فرماتا؟ آپؒ نے فرمایا:

۱۔۔۔۔۔تم خدا کو جانتے ہو مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے ہو۔

۲۔۔۔۔۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہچانتے ہو مگر ان کی پیروی نہیں کرتے ہو۔

۳۔۔۔۔۔قرآن کریم پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے ہو۔

۴۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاتے ہومگر شکر ادا نہیں کرتے ہو۔

۵۔۔۔۔۔جانتے ہو کہ جنت اطاعت کرنے والوں کے لئے ہے مگر اس کی طلب نہیں کرتے ہو۔

۶۔۔۔۔۔جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لئے ہے مگر اس سے نہیں ڈرتے ہو

۷۔۔۔۔۔شیطان کو دشمن جانتے ہومگر اس سے دوستی کرتے ہو دور نہیں بھاگتے ہو

۸۔۔۔۔۔خویش و اقارب کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرتے ہومگر عبرت نہیں پکڑتے ہو۔

۹۔۔۔۔۔موت کو برحق جانتے ہومگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں کرتے ہو۔

۱۰۔۔۔۔۔دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہومگر اپنی بُرائیوں کو ترک نہیں کرتے۔ بھلا ایسے شخص کی دعائیں کیسے قبول ہوں گی۔

(بحوالہ انمول خزانہ)

اولیاء اللہ کی توبہ و استغفار:

اولیاء اللہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے اکثر محفوظ ہوتے ہیں بالفرض اگر کسی سے گناہ ہو بھی جائے تو وہ اُس پر اصرار نہیں کرتے ہیں، بلکہ فوراً توبہ کر کے استغفار کرتے ہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے:

(وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ٥) (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۵)

''اور ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں دوسروں پر زیادتی ہو یا کوئی گناہ کر کے خاص اپنی ذات کا نقصان کرتے ہیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کی عظمت

اور عذاب کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل بد پر اصرار نہیں کرتے اور وہ ان باتوں کو جانتے بھی ہیں۔''

لیکن اگر خلاف اولیٰ اور ترک مستحبات اور تھوڑی دیر کے لئے غفلت آجائے اور توجہ قلب غیر اللہ کی طرف ہو جائے تو وہ یہ بھی گناہ سے کم نہیں سمجھتے اور ان سے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ اور جب نیک اعمال و عبادات کرتے ہیں تو وہ بھی ڈر کر کرتے ہیں کہ ہمارے یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے دربار کی شان کے خلاف نہ ہوں۔ تو اس لئے اپنی عبادات پر بھی استغفار کرتے ہیں۔ یعنی اپنی عبادات کو اکمل ہونے کے باوجود اکمل نہیں سمجھتے جیسے آیت کریمہ میں ہے: ''تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ O''۔ (سورۃ سجدہ آیت ۱۶)

''جُدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے، پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور اُمید سے اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں''

یعنی میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اس وقت بھی ان کا دل خوف سے خالی نہیں ہوتا بلکہ اپنے پروردگار کو خوف کے ساتھ پکارتے ہیں اور اتنا تواضع ہوتا ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کیا اور معلوم نہیں کہ ہمارا عمل اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرنے کے لائق ہے یا نہیں۔ تو اس لئے اپنے نیک عمل پر بھی استغفار کرتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام تو معصوم ہوتے ہیں لیکن جب خلاف اولیٰ یا خطاء اجتہادی یا کوئی لغزش ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ مل کر فوراً استغفار کرتے ہیں۔ اور تقرّب الی اللہ کے لئے بندگان خُدا اولیاء کرام اور انبیاء کرام علیہم

السلام کا استغفار کرنا بمنزلہ خوراک وغذا ہے۔ معلوم ہوا کہ استغفار ایسا ذکر اور وِرد ہے جو عوام وخواص واخص الخواص اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب میں مشترک ہے۔ البتہ جہت اور نسبت میں مختلف ہے۔

اگر ہر بال میں میرے زبان ہو
ترا احسان کب مجھ سے بیان ہو
ذکر کر ذکر جب تلک جان ہے
دل کی پاکی یہ ذکر رحمان ہے

پہلے استغفار پڑھنا اور پھر درود پاک

ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ حضرت پہلے استغفار کروں یا درود شریف پڑھو تو انہوں نے فرمایا کہ بھائی جب کپڑہ گندہ ومیلا ہو جائے تو پہلے دھویا جاتا ہے اور بعد میں خوشبو لگائی جاتی ہے تو استغفار سے صفائی حاصل ہوتی ہے اور درود شریف سے خوشبو حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے استغفار پہلے کرو اور درود شریف بعد میں۔ (اسی طرح تزکیہ نفس میں بھی پہلے اخلاق رذیلہ ختم ہو جاتے ہیں اور پھر اخلاق حمیدہ حاصل ہو جاتے ہیں) جیسے ریا، حسد، بُغض، حُبّ دنیا و حُبّ شہوات کے ختم ہو جانے کے بعد ریا کی بجائے اخلاص، بغض وحسد کی بجائے محبت، تکبر کی بجائے تواضع، حُبّ دنیا کی بجائے حُبّ آخرت اور حُبّ شہوات کی بجائے تقویٰ حاصل ہو جاتا ہے۔

بندہ ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کریں

حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ بندے کو ہر حال میں اپنے پروردگار کی

ضرورت ہوتی ہے اور یہی اس کے حق میں بہتر بھی ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے خواہ اچھا ہو یا بُرا، مثلاً گناہ کا مرتکب ہو تو یہ دعا کرے اے اللہ! میرے گناہ پر پردہ ڈال۔ معصیت سے فارغ ہو تو یہ دعا کرے کہ اے اللہ! میری خطا معاف فرما۔ توبہ کے بعد یہ دعا کرے کہ اے اللہ! گناہوں سے میری حفاظت فرما۔ کوئی اچھا کام کرے تو یہ کہے کہ اے اللہ! میرے اس عمل کو شرف قبولیت سے نوازا۔

استجابت، انابت، توبہ:

آپؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ وہ کون سا استغفار ہے جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، آپؒ نے جواب دیا کہ استغفار کی ابتداء استجابت ہے، اس کے بعد اِنابت اور پھر توبہ۔ استجابت سے اعضاء کے اعمال مراد ہیں اور انابت سے دل کے اعمال۔ توبہ یہ ہے کہ مخلوق سے لاتعلق ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور جس گناہ میں مبتلا ہے اس کی مغفرت طلب کرے نیز کفرانِ نعمت (نعمت کی ناقدری) اور ترکِ شکر جیسی خطاؤں کی بخشش چاہے۔ امید ہے اس کے بعد مغفرت ہو جائے گی اور رب العٰلمین کے پاس اچھا ٹھکانہ مل جائے گا۔

توبہ کے بعد مراحل:

توبہ کے بعد بھی مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ تنہائی ہے، پھر ثبات اس کے بعد بیان، پھر فکر، پھر مغفرت، پھر مناجات اس کے بعد مصافات پھر موالات پھر راز کی گفتگو جسے خِلّت کہتے ہیں۔ لیکن یہ تمام احوال اس بندے کے دل پر گزرتے ہیں جس کی غذا علم، جس کا قوام ذکر، جس کا زادِ راہ رضائے الٰہی، جس کا رفیق توکل ہو۔ ایسے دل پر اللہ تعالیٰ اپنی

خاص توجہ ڈالتے ہیں اور اسے عرش پر اٹھا لیتے ہیں جہاں اسے حاملین عرش کے درمیان جگہ ملتی ہے۔

اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ:

ان سے (سہیل تُستریؒ) کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد کے بارے میں دریافت کیا "اَلتَّآئِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ"۔ توبہ کرنے والا اللہ کا حبیب ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا حبیب اسی وقت ہوگا جب اس میں مندرجہ ذیل اوصاف پائے جائے گے۔ "اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّا کِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ o"... (پ ۱۱ ر کوع ۳ آیت ۱۱۲)

"وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا راہ حق میں سفر کرنے والے) رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے"۔

یہ بھی فرمایا کہ حبیب اسے کہتے ہیں جو اپنے محبوب کا اِس حد تک اطاعت گزار ہو کہ جو بات اسے بری لگتی ہو اس کے قریب بھی نہ جاتا ہو۔"

توبہ کے دو (۲) ثمرات ہیں:

اس تمام تفصیل سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ توبہ کے دو ثمرات ہیں پہلا ثمرہ تو یہ ہے کہ گناہ مٹ جائے اور ایسا ہو جائے گویا کبھی گناہ کا ارتکاب کیا ہی نہیں ہے۔ دوسرا ثمرہ یہ ہے کہ توبہ کے ذریعے قرب کے درجات حاصل کرے، یہاں تک کہ حبیب بن جائے۔

جیسی توبہ ہوتی ہے ویسا ہی اس کا اثر ہوتا ہے:

توبہ گناہوں کا کفارہ ہے لیکن توبہ میں جتنا آداب وشرائط کا لحاظ کیا جائے اتنا ہی اس پر گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اگر پوری ندامت اور کامل طریقے سے توبہ ہو تو پھر گناہ اس طرح مٹ جاتے ہیں گویا کبھی وجود ہی میں نہیں آئے تھے۔ اور اگر بعض آدابِ توبہ کا لحاظ وا ور بعض کا نہ ہو تو پھر گناہوں میں صرف تخفیف ہوتی ہے جیسی توبہ ہوتی ہے ازالہ معصیت میں ویسا ہی اس کا اثر ہوتا ہے۔

باجماع اُمت توبہ فرض ہے:

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ گناہوں پر اقدام کے تین درجے ہیں۔

(۱)۔۔۔۔۔ پہلا یہ کہ کسی گناہ کا کبھی ارتکاب نہ ہو یہ تو فرشتوں کی خصوصیت ہے یا انبیاء علیہم السلام کی۔

(۲)۔۔۔۔۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ گناہوں پر اقدام کرے اور پھر اُن پر اصرار جاری رہے کبھی اُن پر ندامت اور اُن کے ترک کا خیال نہ آئے یہ درجہ شیاطین کا ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔ تیسرا مقام بنی آدم کا ہے کہ گناہ سرزد ہو تو فوراً اس پر ندامت ہو اور آئندہ اس کے ترک کا پختہ عزم ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سرزد ہونے کے بعد توبہ نہ کرنا یہ خالص شیاطین کا کام ہے اس لئے باجماع اُمت توبہ فرض ہے۔

(معارف القرآن جلد ۲، سورۃ نساء، آیت ۱۸)

توبہ کا آخری وقت:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک گناہ گار انسان کو کس وقت تک توبہ کرنے کا موقع دیا ہوا

ہے، جس کے بعد اس کے لئے توبہ کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ وہ کونسا لمحہ ہے جس وقت تک انسان اپنے کئے ہوئے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ کی طرف رجوع کا قدم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی یہ توبہ قبول فرما دیتا ہے۔ یہ دو طرح کا ہے۔ ایک انسان کی زندگی کے ساتھ متعلق ہے، یعنی اسی انسان کے حق میں وقت پورا ہو جاتا ہے، جبکہ دوسرا پوری دنیا کی زندگی کے ساتھ متعلق ہے۔ یعنی اسی کائنات میں زندہ کسی بھی شخص کی توبہ کرنے کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ ذیل میں دونوں کو الگ الگ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) انسان سے متعلق: ہر انسان پر ایک ایسی حالت آتی ہے کہ وہ اس کے لئے توبہ کا آخری لمحہ سمجھا جاتا ہے اس وقت تک کسی بھی شخص کے لئے توبہ کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے یہ لمحہ اگر توبہ کے بغیر گزر گیا تو اب اس شخص کے لئے توبے کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ وہ ''حالت غرغرہ'' کہلاتا ہے یعنی حیات انسانی کے بالکل آخری لمحات جس میں اخروی آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حد درجہ کی مہربانی ہے کہ زندگی کے آخری لمحے تک توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اب حالت غرغرہ تک بھی اگر کسی انسان کو اپنی نجات کی فکر نہیں ہے، تو یہ کس کا تصور ہوگا؟ ذیل میں اسی حوالے سے حدیث نقل کی جا رہی ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی موت سے ایک سال قبل توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرما لیتا ہے، پھر فرمایا، ایک سال بہت ہے، جو شخص اپنی موت کے ایک ماہ قبل توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا، ایک ماہ بھی بہت ہے۔ پھر جو اپنی موت سے ایک جمعہ قبل توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا جمعہ بھی بہت ہے جو شخص اپنی موت سے ایک روز قبل توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا ایک روز بھی بہت

ہے جو اپنی موت سے ایک ساعت قبل توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا ایک ساعت بھی بہت ہے بلکہ جو شخص قبل اس کے کہ اسے غرغرہ لگ جائے توبہ کرتا ہے اسکی توبہ قبول ہوتی ہے۔ (بحوالہ نزھۃ)

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرٍ رضی اللہ عنہ وعَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ يُغَرْغِرْ" (رواہ ابن ماجہ باب ذکر التوبہ ص ۳۲۴)

"عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ حالت غرغرہ طاری ہونے سے پہلے بندہ کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔"

اس حدیث میں یہ بات واضح ہے کہ توبہ کے قبول ہونے کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ پر موت اور نزع روح کا غرغرہ طاری نہ ہوا ہو، اس لئے کہ اس وقت تو آخرت کے احوال اور عذاب الٰہی اور فرشتے ظاہر ہو جاتے ہیں پھر توبہ ایمان بالغیب نہ ہوگا اور معتبر تو ایمان بالغیب ہے۔ اور اسی طرح یہ مضمون آیت کریمہ میں بھی بیان ہوا ہے۔

"وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ج حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○" (سورۃ النساء آیت ۱۸)

"اور توبہ (قبول) نہیں ہوتی ان لوگوں کی جو (زندگی بھر) کرتے رہیں برے کام، یہاں تک کہ جب آنے لگے ان میں سے کسی ایک کو موت (تو اس وقت) کہے بے شک میں توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ان لوگوں کی جو مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کافر ہوں، یہی لوگ ہیں کہ ہم نے تیار کیا ہے ان کے لیے دردناک عذاب۔۔"

لٰہذا موت اور غرغرہ طاری ہونے سے پہلے "توبہ" معتبر ہے جیسا کہ اس آیت

سے پہلی والی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ" "پھر قریب وقت میں یعنی موت حاضر ہونے سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں۔"

مِن قَرِيبٍ کی تشریح: حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انسان کی پوری عمر کا زمانہ قریب ہی میں داخل ہے موت سے پہلے پہلے جو توبہ کر لی جائے قبول ہوگی، البتہ غرغرہ موت کے وقت کی توبہ مقبول نہیں۔

اس کی توضیح جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے تفسیر بیان القرآن میں بیان فرمائی ہے کہ موت کے قریب دو حالتیں پیش آتی ہیں ایک تو یاس و نا اُمیدی کی جب کہ انسان ہر دوا تدبیر سے عاجز ہو کر یہ سمجھ لے کہ اب موت آنے والی ہے اسی کو "حالت بأس" (باء کے ساتھ) سے تعبیر کیا گیا ہے، دوسری حالت اس کے بعد کی ہے جب کہ نزع روح شروع ہو جائے اور غرغرہ کا وقت آجائے اس حالت کو "یأس" (یاء کے ساتھ) کہا جاتا ہے۔ پہلی حالت یعنی "حالت بأس" تک تو "من قریب" کے مفہوم میں داخل ہے اور توبہ اس وقت کی قبول ہوتی ہے، مگر دوسری حالت یعنی "حالت یأس" کی توبہ مقبول نہیں۔ جب کہ فرشتے اور عالم آخرت کی چیزیں انسان کے سامنے آجائے کیونکہ وہ "من قریبٍ" کے مفہوم میں داخل نہیں۔ (معارف القرآن جلد ۲، سورۃ نساء آیت ۱۸)

(۲) دنیا جہان سے متعلق: اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات میں موجود تمام انس و جن کے لئے کونسا وقت ہے جس کے بعد عمومی طور پر ہر شخص کے لئے توبے کا دروازہ بند ہو جاتا ہے؟ تو یہ وہ وقت ہوگا جبکہ سورج مشرق کے بجائے مغرب کے افق پر نمودار ہو جائے۔ جب ایسا ہو جائے گا تو اس وقت ایک شخص چاہے کتنا رونا دھونا شروع کر دے،

کسی کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ:

توبے کا دروازہ مغرب کی جانب سے سورج طلوع ہونے تک کھلا رہے گا۔

اسی حوالے سے چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہو۔

(۱) عَنْ صَفْوَانِ بْنِ غَسَّالٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ قِبَلِ مَغْرِبِ الشَّمْسِ بَابًا مَّفْتُوْحًا۔ عَرْضُہٗ سَبْعُوْنَ سَنَۃً فَلَا یَزَالُ ذٰلِکَ الْبَابُ مَفْتُوْحًا لِلتَّوْبَۃِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ نَحْوِہٖ فَاِذَا طَلَعَتْ مِنْ نَحْوِہٖ لَمْ یَنْفَعْ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِھَا خَیْرًا۔ (ابن ماجہ، ص ۳۰۵)

’’حضرت صفوان بن غسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سورج کے مغرب کی جانب سے ایک کھلا ہوا دروازہ ہے۔ اس کی چوڑائی ستر سال کی مسافت ہے۔ توبہ کے لئے (یعنی توبہ کرنے والوں کے لئے) یہ دروازہ ہمیشہ کُھلا ہوا ہے یہاں تک کہ سورج مغرب کی جانب سے طلوع ہو جائے۔ جب مغرب کی جانب سے سورج طلوع ہو جائے تو ایسے شخص کا ایمان سُودمند نہیں ہو سکے گا جو پہلے سے ایمان نہ لا چکا ہو یا ایسا انسان جس نے اپنے ایمان کی حالت میں نیکی نہ کمائی ہو (یعنی ایسے آدمی کی توبہ قبول نہیں ہوتی)‘‘

(۲) ’’عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِھَا تَابَ عَلَیْہِ‘‘ (صحیح مسلم، جلد ۲ صفحہ ۳۴۶)

’’حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سورج مغرب کی جانب سے طلوع ہونے سے پہلے جو شخص توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔‘‘

(۳) ’’عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ

لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ الَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا" (ایضاً جلد ۲، ص ۳۵۸)

"حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ رات میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے (اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے) اور یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ سورج مغرب کی جانب سے طلوع ہوجائے۔"

توبہ میں تاخیر نہ کرے:

مگر بندہ کو چاہئے کہ توبہ میں تاخیر نہ کرے بلکہ فوراً توبہ کرے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ جو توفیق توبہ حاصل ہوئی ہو وہ ختم ہوجائے اس لئے ہر عمل صالح میں بلا عذر تاخیر نہ کرے بلکہ سبقت کرے جیسے آیت کریمہ ہے "فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ"

(سورۃ البقرہ آیت ۱۴۸)

"اے مسلمانوں تم نیک کاموں میں بھاگ دوڑ اور سبقت کرو۔"

اس لئے کہ کسی وقت بھی قبض روح اور عذاب والے فرشتے آسکتے ہیں۔ تو وقت غنیمت سمجھ کر اس کی قدر کرو اور گزرے ہوئے زندگی پر ندامت اور رجوع الی اللہ لازم رکھو اور آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کے لئے ہمت وعزم کرو۔

اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتا ہے کہ:

"میں معافی مانگنے والوں کو معاف فرماتا ہوں"

"عَنْ اَبِی سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِکَ يَا رَبِّ

لَآ اَبْرَحُ اُغْوِیْ عِبَادَکَ مَادَامَتْ اَرْوَاحُھُمْ فِیْٓ اَجْسَادِھِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَآ اَزَالُ اَغْفِرُ لَھُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ"

(مشکوۃ باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثانی ص ۲۰۴)

"حضرت ابو سعیدؓ سے وایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان نے عرض کیا تیری عزت وجلال کی قسم میں تیرے بندوں کو ہمیشہ گمراہ کرتا رہوں گا جب تک اُن کے اندر جان ہوگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اور اپنے عالی مرتبے کی قسم میں بھی اُن کو ہمیشہ بخشتا رہوں گا جب بھی وہ مجھ سے معافی کے طلب گار رہوں گے"۔

توبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ چار باتوں سے معزز فرماتا ہے

۱۔ "اَنْ یُّخْرِجَہٗ مِنَ الذُّنُوْبِ کَاَنَّہٗ لَمْ یُذْنَبْ قَط"

"گناہوں سے اس کو نکال دیتا ہے۔ گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ تھا"

۲۔ "یُحِبَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی"

اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

۳۔ "اَلا یُسَلِّطَ عَلَیْہِ الشَّیْطَانَ وَیُحْفِظَہٗ مِنْہُ"

شیطان کو اس پر قابو نہیں دیتا۔ شیطان سے اس کو محفوظ رکھتا ہے۔

۴۔ "اَن یُؤْمِنَہٗ مِنَ الْخَوْفِ قَبْلَ اَنْ یَّخْرُجَہٗ مِنَ الدُّنْیَا لِاَ نَّہٗ عَزَّوَجَلَّ قَالَ: (تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلَائِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ٥)

دنیا سے لے جانے سے پہلے ہی اس کو خوف سے مامون کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ خوف مت کرو اور رنجیدہ نہ ہو اور جس جنت کا تم

سے وعدہ کیا جاتا تھا، اس (میں داخل ہونے کی خوشخبری ہو)۔

اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے:

اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد گزشتہ گناہوں کو مٹادے گا اور ان کی جگہ نیکیوں کو قائم کردے گا جیسے آیت کریمہ ہے: (فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (سورۃ الفرقان آیت ۷۰) ''اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کردے گا''۔

بعض علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کی جو قوّت ان کے نفوس میں تھی دنیا ہی میں ان کی اس قوت معصیت کو قوت اطاعت میں تبدیل کر دے گا اور گزشتہ گناہ کے خلاف آئندہ طاعت کی توفیق عنایت فرمادے گا۔

بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے اسلام میں کئے ہوئے بُرے اعمال کو قیامت کے دن نیکیوں میں تبدیل کردے گا۔ جیسا کہ احادیث میں ہیں:

(۱) ''کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو حساب کے لئے لایا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے گناہ اس کے سامنے لاؤ۔ حسب الحکم اس کے چھوٹے گناہ اس کے سامنے لائے جائیں گے اور اس کے بڑے گناہ پوشیدہ رکھے جائیں وہ چھوٹے گناہوں کا اقرار کرے گا انکار نہیں کرے گا اور بڑے گناہوں کی پیشی کا اندیشہ کرتا رہے گا۔ حکم ہوگا ہر گناہ کی جگہ اس کو ایک نیکی دے دو۔ ''فَيَقُوْلُ اِنَّ لِیْ ذُنُوْبًا لَا اَرَاهَا هٰهُنَا'' ''وہ کہے گا میرے گناہ تو اور بھی ہیں جو مجھے یہاں دکھائی نہیں دیتے''

راوی کا بیان ہے: ''فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضَحِكَ بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ''

''یہ فرماتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے ہنس پڑے کہ کچلیاں نظر آنے لگی۔'' (رواہ مسلم)

(۲) جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے جو ابن ابی حاتم نے حضرت سلمانؓ کی روایت سے بیان کی ہے ''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا جوں ہی وہ اعمال نامہ کا بالائی حصہ پڑے گا تو اس کے خیالات بُرے ہونے لگیں گے لیکن وہ یک دم اعمال نامہ کے نیچے کے اندراجات کو دیکھے گا تو اس میں اس کو اپنی نیکیاں دکھائی دینگی پھر جو بالائی حصہ کو دیکھ گا تو اس میں مندرجہ بالا برائیاں نیکیوں سے تبدیل ہو چکی ہوں گی''۔

(۳) ''عَنْ اَبِیْ هُرَیرَةَ قَال: لَیَأْتِیَنَّ اللّٰهُ بِالنَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَدُّوا أَنَّهُمْ اَکْثَرُوا مِنَ السَّیِّأٰتِ، قِیْلَ مَنْ هُمْ؟ قَالَ الَّذِیْنَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّأٰتِهِمْ حَسَنَات''

(بحوالہ تفسیر مظہری)

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے یہ بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگوں کو بھی اللہ (موقف میں) لائے گا جو دل سے خواہش مند ہوں گے کہ کاش انہوں نے گناہ بہت کئے ہوتے دریافت کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہوں گے فرمایا جن کی برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی گئی ہوں گی۔

حکایت: حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں: کہ ایک شخص تھا جب کوئی گناہ اس سے سرزد ہوتا تو اس کو روز نامچہ میں لکھ دیتا۔ ایک دن اس سے کوئی گناہ صادر ہوا۔ اُس نے روز نامچہ کھولا تا کہ اس میں لکھ لے تو اُس میں ''فَاُولٰئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ'' (یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دیتا ہے) لکھا ہوا پایا۔

اللہ تعالیٰ کے اس رحم وکرم کو دیکھو کہ اپنا نافرمان بندہ جو مستحق عذاب وسزا تھا لیکن جب دل سے نادم وتائب ہوا تو اللہ تعالیٰ کی صفت رحم وکرم جوش میں آئی اور اپنے بندے کے نہ صرف گناہوں کو معاف فرمادیا بلکہ معاف کرنے کے ساتھ نیکیوں میں تبدیل کر دیا اور وہ اعمال نامہ جو گناہوں سے سیاہ ہوا تھا اس کو نہ صرف صاف کیا بلکہ اس کی جگہ نیکیاں لک دیں تاکہ خالی جگہ نہ رہے اور میرا بندہ ملامت وشرمندہ نہ ہو کہ خالی جگہ اعمال نامہ میں معاف کئے ہوئے گناہوں کی ہے پس مستحق سزا کو مستحق رحمت وجنت بنایا اور عاصی کو ولی بنایا اور یہ بات ظاہر ہوئی جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

"اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ" "میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے"۔

(مسلم جلد ۲ کتاب التوبۃ باب سعۃ رحمۃ اللہ تعالی وانہا تغلب غَضَبَہٗ صفحہ ۳۵۶)

گناہ کے بعد نیکی کرنا گناہ کو ختم کر دیتا ہے

"عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ مَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

(الترمذی جلد ثانی ابواب البر والصلۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب ما جاء فی معاشرۃ الناس ص ۱۹)

"حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈر (یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھا کرو) اور گناہ کے بعد نیکی کرلیا کرو وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ رہا کرو۔"

تفسیر مظہری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"وَلَمْ اَرَ شَیْئًا اَحْسَنَ طَلَبًا وَلَا اَسْرَعَ اِدْرَاکًا مِنْ حَسَنَۃٍ حَدِیْثَۃٍ لِسَیِّئَۃٍ قَدِیْمَۃٍ"

''نئی نیکی پُرانی بدی کا جس طرح خوبی کے ساتھ پیچھا کرتی ہے اور تیزی کے ساتھ اس کو پہنچ جاتی ہے اتنی پہنچنے والی اور کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی۔ ارشاد باری تعالیٰ:

(اِنَّ الۡحَسَنَاتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ) (سورۃ هود آیت ۱۱۴)

''بلاشبہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو''

حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے، آپ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: ''اِذَا عَلِمۡتَ سَیِّئَةً فَاَتۡبِعۡهَا حَسَنَةً تَمۡحُهَا''

''جب تو کوئی گناہ کرے تو اس کے پیچھے نیکی (بھی ضرور) کرنا۔ نیکی بدی کو مٹا دے گی۔''

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا نیکیوں میں سے لا الٰہ اِلا اللہ (کا اقرار) بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب نیکیوں سے افضل ہے۔

حضرت ابن مسعود ؓ راوی ہے کہ کسی شخص نے کسی (اجنبی) عورت کا بوسہ لے لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کر دیا اُس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

(وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ اِنَّ الۡحَسَنَاتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكۡرٰی لِلذّٰكِرِیۡنَ ۝)(سورۃ هود آیت ۱۱۴)

''اور قائم کر نماز کو دونوں طرف دن کے اور کچھ حصوں میں رات کے بلاشبہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو یہ یادگاری ہے یاد رکھنے والوں کو''

اس شخص نے عرض کیا کیا یہ تنہا میرے لئے ہے؟ فرمایا میری تمام اُمت کے لئے ہے۔

(تلخیص تفسیر مظہری)

جب بندہ گناہ کے بعد نیکی کرتا ہے اور خصوصاً یہ چار اعمال کرے۔

(۱) توبہ کا قصد و عزم کرنا۔

(۲) وضو کر کے پاک وصاف کپڑے پہن کر دو رکعت صلوٰۃ توبہ پڑھنا۔

(۳) صدقہ دینا۔

(۴) ذکر و استغفار کرنا۔

تو گناہ کے جتنے نتائج و اثرات ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکیوں سے تبدیل کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت غیر محدود ہے

”عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰہِ مِائَۃَ رَحْمَۃٍ اَنْزَلَ مِنْھَا رَحْمَۃً وَّاحِدَۃً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَھَآئِمِ وَالْھَوَامِ فَبِھَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَبِھَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَبِھَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِھَا وَاَخَّرَ اللّٰہُ تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَۃً یَرْحَمُ بِھَا عِبَادَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ“

(مسلم جلد ثانی کتاب التوبۃ باب سعۃ رحمۃ اللہ وانھا تغلب غضبہٗ ص ۳۵۶)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سو (۱۰۰) حصے رحمتیں ہیں تو ان میں سے ایک حصہ رحمت (دنیا کے) تمام جن وانس اور چوپائے اور شیر (یعنی چیر پھاڑ نے کرنے والے جانوروں) کے درمیان نازل فرمایا پس وہ ان کے ذریعے (یعنی ایک حصہ رحمت کے ذریعے) آپس میں مہربان ہوتے ہیں یعنی میل میلاپ رکھتے ہیں اور ان کے ذریعے آپس میں رحم کرتے ہیں۔ اور ان کے ذریعے وحشی جانور (بھی) اپنے بچوں پر مہربان ہوتے ہیں اور رحمت کے ننانوے (۹۹) حصے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہیں۔ ان کے ذریعے قیامت کے دن اپنے مؤمن بندوں پر رحم

فرمائیں گے۔''

دنیا کی جتنی مائیں ہیں اسی طرح تمام مخلوق کی آپس میں جو محبتیں ہیں چاہے انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے ہوں، چوپایوں میں سے ہوں یا درندوں میں سے ہوں یا پرندوں میں سے ہوں یہ تمام محبتیں اور شفقتیں اور رحمتیں سب ملکر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا (۱/۱۰۰) حصہ ہے۔

مثال: جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک بچہ اپنی ماں کی نافرمانی کر کے پھر جب اپنی خطا کا اقرار کرتے ہوئے عاجزی کے ساتھ کہتا ہے کہ امّاں! معاف کرے مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو اس معافی مانگنے سے ماں کتنی زیادہ خوش ہوتی ہے اس کا اندازہ ماں کو ہوگا پھر ماں کی محبت وشفقت جوش میں آکر اپنے بچے کو صرف معاف نہیں کرتی بلکہ معاف کرنے کے ساتھ اپنے ساتھ قریب بھی کر دیتی ہے۔

مثال: جیسے ایک اُستاد سے ایک طالب علم اپنی غلطی کا اعتراف کر کے عاجزی سے معافی مانگے تو استاد اس کی سب خطائیں بھول کر معاف فرما دیتے ہیں۔ مگر ماں اور استاد کی محبت جتنی بھی زیادہ ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوّے (۱۰۰) حصے کا ایک جز ہے تو ماں اور استاد وغیرہ سے جب کوئی معافی مانگتا ہے تو ایک ادنیٰ رحمت وشفقت کی وجہ سے خوش ہو کر اس کا جرم معاف کر کے اس کو اپنا قریب کر دیتا ہے۔ اب آپ خود اندازہ کرے کہ اللہ تعالیٰ جو بے انتہا رحمت کا مالک ہے وہ معافی مانگنے سے کتنا زیادہ خوش ہوتا ہوگا اور اس کی خوشی کا کیا عالم ہوگا؟

اللہ تعالیٰ کی خوشی کا مثال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خوشی کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت بندہ گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس آدمی کی خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی آدمی ایک چٹیل میدان میں سفر کر رہا ہو اور اس کے پاس سواری ہو جس پر اس کا طعام و پینے کا سامان ہو اور اس سے اپنی سواری بمعہ سامان کے گم ہو جائے پس وہ سواری کے ملنے سے ناامید ہو کر درخت کے نیچے ٹھیک لگائے اور بھوک و پیاس کی وجہ سے موت کے انتظار میں ہو کہ اچانک وہ سواری بمعہ سامان کے اس کے پاس کھڑی ہوئی نظر آئے۔ اور وہ آدمی اس کا لگام پکڑ کر زیادہ خوش ہونے کی وجہ سے خطا ہو کر کہہ دیتا ہے اَللّٰھُمَّ اَنت عَبْدِیْ وَ اَنَا رَبُّکَ ''اللہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں۔۔

(مسلم جلد ثانی کتاب التوبہ ص ۳۵۵)

گنہگار کی پکار میں اللہ تعالیٰ تین مرتبہ لبّیک فرماتا ہے

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے رب! جب کوئی فرمانبردار بندہ آپ کو پکارتا ہے تو آپ جواب میں کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا میں کہتا ہوں ''لبّیک'' (میں حاضر ہوں) پھر انہوں نے پوچھا جب کوئی زاہد بندہ آپ کو پکارتا ہے تو آپ جواب میں کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا کہ میں ''لبیک'' کہتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر سوال کیا جب کوئی روزہ دار پکارتا ہے تو آپ جواب میں کیا فرماتے ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ میں جواب میں '' لبّیک'' کہتا ہوں۔ انہوں نے پھر پوچھا جب گناہ گار بندہ آپ کو پکارتا ہے تو آپ جواب میں کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا میں جواب میں '' لبّیک'' '' لبّیک'' '' لبّیک یا عَبْدِیْ سَلْ مَا تُرِیْدُ أَنْتَ عِنْدِیْ کَبَعْضِ مَلَائِکَتِیْ''

اے میرے بندے میں حاضر ہوں مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس وقت تو میرے نزدیک بعض فرشتوں کے مانند ہے۔ "اَنَا عَنْ یَّمِیْنِکَ وَعَنْ شِمَالِکَ وَفَوْقَکَ وَقَرِیْبٌ مِّنْ ضَمِیْرِ قَلْبِکَ" میں تیرے دائیں ہوں، بائیں ہوں تیرے اوپر ہوں اور تیرے دل کے قریب ہوں۔ "اِشْھَدُوْا یَا مَلَائِکَتِیْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَہٗ"

اے میرے فرشتوں یاد رکھو کہ میں نے اس کو بخش دیا۔

اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن میں سے ہر ایک اپنے اپنے عمل پر بھروسہ کرتا ہے اور گنہگار میری رحمت پر بھروسہ کرتا ہے اور میں اس بندہ کو نامراد نہیں کرتا جو مجھ پر بھروسہ کرتا ہے، کیونکہ میں نے کہا ہے جو مجھ پر بھروسہ کرتا ہے تو میں اُس کے لئے کافی ہو جاتا ہوں۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بیشک اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتے ہیں۔

(بحوالہ نزھۃ)

اللّٰہ تعالیٰ کی بے حد مہربانی کو دیکھو:

آپ اللّٰہ تعالیٰ کی اس بے حد مہربانی کو دیکھیں کہ معافی مانگنے والے کو معاف کر کے اُس بندے کی مانند کر دیتا ہے جس کا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

"عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ ابن عبداللہ عن ابیہ قال قالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ" (ابن ماجہ باب ذکر التوبۃ ص ۳۲۳)

"حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا اس کے مانند ہے جس کا کوئی گناہ نہیں ہوتا''۔

ایک اور روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''اذا تاب العبد انسی اللہ الحفَظَۃَ ذنوبَہٗ وانسیٰ ذالک جوارحہ ومعالمہٗ من الارض حتٰی یلق اللہ ولیس علیہ شاھد من اللہ بذنب''

''جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے اس کے گناہوں کو بھلا دیتے ہیں اور اس کے جوارح یعنی اعضاء جسم جو اس کے خلاف گواہی دیتے، ان سے بھی بھلا دیتے ہیں اور جس زمین پر اس نے گناہ کیا تھا اس زمین سے بھی اس کے گناہوں کے نشانات کو مٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے گناہوں پر کوئی شہادت دینے والا نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے بے حد کرم کو دیکھو:

آپ اللہ تعالیٰ کے اس بے حد کرم کو بھی دیکھیں کہ گنہگار کو توبہ کی وجہ سے صرف معاف نہیں کرتا بلکہ معاف کرنے کے ساتھ اس کا نام ولقب گناہ گاروں کی فہرست سے نکال کر اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اَلتَّآئِبُ حَبِیْبُ اللہِ'' ''توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے''۔ اسی طرح سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(اِنَّ اللہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ O)

''بے شک اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور وہ پسند کرتا ہے پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو''۔ (سورۃ بقرہ آیت ۲۲۲)

اللہ تعالیٰ کے اس جود و کرم کو دیکھو:

سورۃ بروج میں اصحٰب الاخدود کے واقعہ میں جو مذکور ہے کہ وہ کافر وظالم بادشاہ جس نے ایمان والوں کو ایمان کی وجہ سے آگ کی خندقوں میں زندہ جلادیا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس واقعہ کے تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کے لئے عذاب جہنم اور عذاب حریق کی خبر کے ساتھ قرآن کریم نے یہ قید بھی لگادی کہ "ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا" یعنی یہ عذاب ان لوگوں پر پڑے گا جو اپنے اس فعل پر نادم ہو کر تائب نہیں ہوئے۔ اس میں ان لوگوں کو توبہ کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس جود و کرم کو دیکھو کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اولیاء زندہ جلا کر اُن کا تماشا دیکھا اور حق تعالیٰ اس پر بھی ان کو توبہ اور مغفرت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ)

(سورۃ محمد آیت ۱۹)

"(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اپنی خطا وقصور کی معافی مانگتے رہیے (باوجود یہ کہ آپ معصوم وبے قصور ہیں) اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لئے بھی"۔ یہاں ہم چند وہ احادیث ذکر کرتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار پڑھنا اور توبہ کرنا ثابت ہے۔

(۱)۔۔۔۔عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔

(بخاری جلد ثانی کتاب الدعوات باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الیوم واللیلۃ صفحہ ۹۳۳)

''حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں دن میں ستر ۷۰ بار سے زیادہ استغفار وتوبہ کرتا ہوں''۔

(۲)۔۔۔۔عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ الْاَغَرَّ کَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یُحَدِّثُ اِبْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَا اَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ''۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، ج۲، ص۳۴۶)

''حضرت ابو بردہؓ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت اغرؓ سے سنا ہے اور وہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے (اپنے گناہوں) کی توبہ کرو۔ بلاشبہ میں بھی دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سو (۱۰۰) بار توبہ کرتا ہوں''۔

(۳)۔۔۔۔عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ۔۔ (ابن ماجہ باب الاستغفار صفحہ ۲۷۹)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں دن می سو ۱۰۰ بار استغفار وتوبہ کرتا ہوں''۔

(۴)۔۔۔۔عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ اَبِیْ بُرْدَۃَ بِنِ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً۔

(ابن ماجہ باب الاستغفار صفحہ ۲۷۹)

''حضرت سعید بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں دن میں ۷۰ بار استغفار کرتا ہوں اور ستر بار اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہوں''۔

ایک سوال:

مذکورہ بالا آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استغفار پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ان کے علاوہ چند وہ احادیث جو اوپر ذکر کیئے گئے ان میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغفار پڑھنا ثابت ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو معصوم ومغفور تھے تو پھر استغفار کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

اس کے جواب میں علامہ بدرالدین عینیؒ کئی احتمالات تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار کرنا عبادت کے لئے تھا۔

۲۔ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔

۳۔ ترک اولیٰ کی وجہ سے تھا۔

۴۔ تواضع کی وجہ سے تھا۔

۵۔ جو خطا سہواً واقع ہوتی تھی تو اس سے استغفار کرتے تھے۔

۶۔ جو خطا نبوت سے پہلے ہوئی تھی اس سے استغفار کرتے تھے۔

۷۔ بعض فرماتے ہیں کہ وہ عظیم مقام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضور مع اللہ سے حاصل ہوا تھا تو ان سے اُمت کی مصلحت اور دشمنوں کے ساتھ لڑنے وغیرہ میں جب مشغول ہو جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گناہ سمجھ کر اس سے استغفار پڑھا کرتے تھے۔ اگرچہ یہ نیکی

کے بڑے کاموں اور افضل اعمال میں سے ہیں لیکن عالی درجہ سے نزول کی وجہ سے استغفار پڑھتے تھے۔

۸۔ بعض حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ احوال میں ترقی کرتے تھے تو جب پہلے والے حال کو ترقی والے حال سے کم سمجھ لیتے تو اس پر بھی استغفار کرتے تھے جیسے کہا جاتا ہے "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْن"۔

(تلخیص عن عمدۃ القاری باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الیوم واللیلۃ ج ۲۲، ص ۴۳۴)

(۵)۔۔۔۔ عَنِ الْاَغَرِّ الْمَزَنِيِّ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةً اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، ج ۲۔ ص ۳۴۶)

"حضرت اغر المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت یافتہ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ میرے دل پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور میں دن میں سو ۱۰۰ بار استغفار کرتا ہوں۔"

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ کی تشریح (از کلید ی مثنوی):

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پاک اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ میں جو غین (پردہ) مذکور ہے وہ مانع یا منقص تجلّی نہیں ہے کیونکہ وہ تجلّی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر ہوتی ہے اس قدر قوی نور والی ہوتی تھی کہ خود اس غین (پردہ) کو بھی منور کر دیتی ہے چنانچہ ظاہر بھی ہے کہ وہ تعلقات اور توجہات الی الخلق جو مصداق ہے اس غین کا اور عام مؤمنین کے لئے ساتر تجلیات ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے موجب زیادت قرب اور عین طاعت تھے پس خود ان کی ظلمت جو ان کی اصل وضع کا مقتضیٰ تھا بالکل یہ محوہ ہوگئی اور یہی حکم سب انبیاء

علیہم السلام کے لئے عام ہے بخلاف اولیاء کے کہ ان کے لئے حجب بشریہ کسی وقت ساتر تجلیات ہوتے ہیں گو قوی استر نہ ہو۔

(از کلید مثنوی دفتر ششم صفحہ ۱۸۸، معرفت الٰہیہ صفحہ ۴۲۰)

استغفار کے خاص کلمات

(۱) سید الاستغفار:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات باب افضل الاستغفار، ج۲، ص ۹۳۳)

''یا اللہ تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے۔ (یعنی تو میرا خالق ہے) اور میں تیرا بندہ ہوں اور حسب طاقت میں تیرے وعدے اور عہد پر قائم ہوں (یعنی وہ وعدہ اور عہد جو میں نے ایمان اور عمل صالح پر کیا ہے میں اس کا پابند ہوں) جو اعمال میں نے کئے ہیں (یعنی وہ اعمال نافرمانی و معاصی) ان کے شر سے میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری نعمتوں کا اپنے آپ پر اقرار کرتا ہوں۔ اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار و اعتراف کرتا ہوں۔ یا اللہ تو مجھے بخش دے اس لئے کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے۔''

سید کا معنیٰ:

سید کا معنی رئیس و سردار ہے تو جس طرح سردار اپنی قوم میں افضل ہوتا ہے اس

طرح یہ استغفار بھی دوسری دعاؤں و استغفار میں افضل ہے۔

فضیلت سید الاستغفار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو بندہ اخلاص قلب و نیت کے ساتھ اور ان کے ثواب پر یقین رکھنے کے ساتھ دن میں استغفار پڑھے اور وہ اُس دن شام سے پہلے مر گیا ''فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ'' پس وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ اور جس نے اخلاص نیت اور ان کے ثواب پر یقین رکھنے کے ساتھ رات میں پڑھی اور وہ اُسی رات صبح سے پہلے مر گیا ''فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ'' پس وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔

اور سنن نسائی کی روایت میں ہے۔ ''دَخَلَ الْجَنَّةَ'' وہ جنت میں داخل ہوا۔

اور عثمان بن ربیعہؓ کی روایت میں ہے ''وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ'' اس کے لئے جنت واجب ہوئی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۲ کتاب الدعوات باب افضل الاستغفار صفحہ ۴۳۲ تا ۴۳۳)

وجہ افضلیت:

وجہ افضلیت ظاہر ہے کہ اس میں اپنے گناہوں اور اپنی عاجزی کا اعتراف ہے۔ اور دُعا و استغفار میں اپنی عاجزی و قصور کا ذکر کرنا مستحب اور دعاؤں کے آداب میں سے ہے۔

(۲) ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ''

(مشکوۃ کتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبہ الفصل الثانی صفحہ ۲۰۵)

''اُس ذات سے بخشش طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں، زندہ

ہے سب کا تھامنے والا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں''۔

فضیلت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے۔جس نے ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ'' پڑھا تو اس کا گناہ معاف کیا جائے گا اگرچہ اس نے لشکرِ دشمن سے فرار اختیار کیا ہو۔یعنی یہ گناہ جتنا بھی بڑا ہو تو استغفار سے معاف ہو جائے گا۔ جس طرح کپڑے جتنے بھی میلے اور گندے ہوں صابن سے پاک وصاف ہو جاتے ہیں لیکن یہ بات بھی یاد رکھئے کہ یہ الفاظِ استغفار محض زبان سے نہ ہو بلکہ دل سے بھی ہو یعنی توبہ میں صدق ہو اس لئے کہ جو آدمی توبہ واستغفار کرتا ہو اور ساتھ گناہ پر بھی قائم ہو تو وہ کاذب ہے اور ''کَالْمُسْتَھْزِئُ بِرَبِّہٖ'' (یعنی اپنے رب کے ساتھ استہزاء کرنے والا) ہے۔

دوسری فضیلت: اور سنن ترمذی کی روایت میں ہے کہ جو بندہ بستر پر سوتے وقت ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ'' تین بار پڑھے تو اس کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں، اگرچہ یہ گناہ درختوں کے پتّوں کے برابر ہوں، اگرچہ یہ جمع شدہ ریت کے برابر ہوں اور اگرچہ یہ گناہ ایّام دنیا کی مقدار کے برابر ہوں۔

(مرقاۃ المفاتیح جلد ۵ کتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبہ ص ۲۶۱ تا ۲۶۲)

(۳) ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ''

(مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبہ الفصل الثانی ص ۲۰۵)

''یا اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحمت سے رجوع کرے یقیناً تو توبہ قبول کرنے والا ہے اور بخشنے والا ہے''۔

ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ایک مجلس میں شمار کرتے تھے تو وہ سو بار (۱۰۰) یہ استغفار پڑھتے تھے۔ ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ''

وَتُبْ عَلَیَّ کے تین معانی ہیں:

(۱)۔۔۔۔اِرْجِعْ عَلَیَّ بِالرَّحْمَةِ ''مجھ پر رحمت سے رجوع کر''۔

(۲)۔۔۔۔وَفِّقْنِیْ لِلتَّوْبَةِ ''مجھے توبہ کی توفیق دے''۔

(۳)۔۔۔۔اِقْبَلْ تَوْبَتِیْ ''میری توبہ قبول فرما''۔

ایک روایت میں الغفور کی جگہ الرحیم آیا ہے تو پھر اس طرح ہوگا۔ ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم''۔

(مرقاۃ المفاتیح جلد ۵ کتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبہ صفحہ ۱۲۱)

(۴) ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر''۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات: جلد ۲، صفحہ ۹۴۷، ۹۴۶)

''یا اللہ مجھے بخش دے وہ گناہ جو میں نے آگے بھیجیں ہیں (یعنی آخرت کو) اور وہ گناہ جو میں نے پیچھے (یعنی دنیا میں) چھوڑ دیئے ہیں اور وہ گناہ جو میں نے چھپ کر کئے ہیں اور وہ گناہ جو میں نے ظاہراً کئے ہیں۔ یا اللہ تو مقدِّم ہے (یعنی تو اپنے مخلوق میں سے جس کو چاہے اپنی توفیق کے ساتھ اپنی رحمت کی طرف آگے کر دیتا ہے) اور یا اللہ تو مؤخِّر ہے (یعنی تو جس کو چاہے اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے) اور تیرے سوا کوئی

معبود برحق نہیں''

ترمذی کی ایک روایت میں ایسا ہے:

''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ''۔

(ترمذی جلد ثانی ابواب الدعوات باب ما جاء فی الدعاء افتتاح الصلوٰۃ باللیل صفحہ ۱۸۰)

''یا اللہ مجھے بخش دے وہ گناہ جو میں نے آگے بھیجا ہے اور وہ گناہ جو میں نے پیچھے چھوڑ دیا ہے اور وہ گناہ جو میں نے چھپ کر کیا ہے اور وہ گناہ جو میں نے ظاہر کر کیا ہے اور وہ گناہ جو میں نے حد سے تجاوز کر کے کیا ہے اور وہ گناہ جو تو مجھ سے خوب جانتا ہے اور تو مقدم ہے اور تو مؤخر ہے اور آپ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں''۔

(۵) ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ هَزْلِیْ وَجِدِّیْ وَخَطَایَایَ وَعَمْدِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ''۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات، ج۲ ص ۹۴۷)

''یا اللہ میرے گناہ اور میرا جہل (یعنی وہ گناہ جو میں نے جہالت سے کئے ہے بخش دے) اور حدِ شرعی سے میرا تجاوز بخش دے اور میرے وہ گناہ بخش دے جو تو مجھ سے خوب جانتا ہے یا اللہ بخش دے میرے وہ گناہ جو میں نے بکواس اور ہنسی میں کئے ہیں اور میرے وہ گناہ جو میں نے سنجیدگی سے کئے اور یا اللہ بخش دے میرے سہواً اور قصداً گناہ اور ان تمام مذکورہ گناہوں کے ساتھ میں متصف ہوں (یعنی میرے اندر موجود ہیں یا اللہ تو ان کو بخش دے اور معاف فرما دے)''۔

(۶) حضرت خضر علیہ السلام کا استغفار:

’’اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَغۡفِرُکَ لِمَا تُبۡتُ اِلَيۡکَ مِنۡهُ ثُمَّ عُدۡتُّ فِيۡهِ وَاَسۡتَغۡفِرُکَ لِمَآ اَعۡطَيۡتُکَ مِنۡ نَّفۡسِیۡ ثُمَّ لَمۡ اُوۡفِ لَکَ بِهٖ وَاَسۡتَغۡفِرُکَ لِنِّعَمِ الَّتِیۡ اَنۡعَمۡتَ بِهَا عَلَیَّ فَتَقَوَّيۡتُ بِهَا عَلٰی مَعَاصِيۡکَ وَاَسۡتَغۡفِرُکَ لِکُلِّ خَيۡرٍ اَرَدۡتُّ بِهٖ وَجۡهَکَ فَخَالَطَنِیۡ فِيۡهِ مَا لَيۡسَ لَکَ اَللّٰهُمَّ لَا تُخۡزِنِیۡ فَاِنَّکَ بِهٖ عَالِمٌ وَلَا تُعَذِّبۡنِیۡ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ‘‘۔

(معارف الحدیث جلد ۵ کتاب الاذکار والدّعوات ص ۲۵۱ بحوالہ مسند فردوس دیلمی)

’’اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں ان گناہوں سے جن سے میں نے تیرے حضور میں توبہ کی ہو (اور شامت نفس سے) پھر پلٹ کر وہی گناہ دوبارہ کئے ہوں اور میں تجھ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں اس عہد کے بارے میں جو میں نے اپنی ذات کی طرف سے تجھ سے کیا ہو اور پھر میں نے اس کو وفا نہ کیا ہو (بلکہ عہد شکنی کی ہو) اور میں تجھ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں ان نعمتوں کے بارے میں جن سے طاقت وقوت حاصل کر کے میں نے تیری نافرمانیاں کی ہوں اور تجھ سے معافی بخشش کا سوال کرتا ہوں ہر اس نیکی کے بارے میں جو میں نے تیری رضا جوئی کی نیت سے کرنی چاہی ہو پھر اس میں تیرے ماسوا دوسرے اغراض کی آمیزش ہوگئی ہو اے میرے اللہ! مجھے (دوسروں کے سامنے) رسوانہ کرنا بے شک تو مجھے خوب جانتا ہے تجھ سے میرا کوئی راز ڈھکا چھپا نہیں ہے اور (میرے گناہوں پر) مجھے عذاب نہ دینا تجھے مجھ پر ہر طرح قدرت حاصل ہے (اور میں بالکل عاجز اور تیرے قبضے واختیار میں ہوں)‘‘۔

چند استغفار والی قرآنی دُعائیں

(۱)۔۔۔۔۔"رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ أَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وقف وَاعْفُ عَنَّا وقف وَاغْفِرْ لَنَا وقف وَارْحَمْنَا وقف أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○)

''(مسلمانو اللہ سے یہ دعا کیا کرو کہ) اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو ہماری گرفت نہ فرمائیے۔ اور اے ہمارے پروردگار ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈالیے جیسا آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اور اے ہمارے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیے جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو، اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائیے، ہمیں بخش دیجیے اور ہم پر رحم فرمائیے۔ آپ ہی ہمارے حامی وناصر ہیں، اس لیے کافر لوگوں کے مقابلے میں ہمیں نصرت عطا فرمائیے''۔ (سورۃ البقرۃ ایت ۲۸۶)

(۲)۔۔۔۔۔"رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○"

''اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں، اب ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے''۔ (سورۃ آل عمران ایت ۱۶)

(۳)۔۔۔۔۔"رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ"

''اے ہمارے پروردگار! ہماری خاطر ہمارے گناہ بخش دیجیے، ہماری برائیوں کو ہم سے مٹا دیجیے، اور ہمیں نیک لوگوں میں شامل کر کے اپنے پاس بلائیے۔''

(سورۃ ال عمران ایت ۱۹۳)

(۴)۔۔۔۔۔"رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ"

’’اے ہمارے پروردگار! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر گزرے ہیں، اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقینا ہم نامراد لوگوں میں شامل ہو جائیں گے‘‘۔

(سورۃ اعراف ایت ۲۳)

(۵)..... ’’رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ‘‘

’’اس دن میری بھی مغفرت فرمایئے میرے والدین کی بھی اور ان سب کی بھی جو ایمان رکھتے ہیں۔‘‘ (سورۃ ابراہیم ایت ۴۱)

(۶)..... ’’لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ‘‘

’’آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ سب نقائص سے پاک ہیں میں بے شک قصوروار ہوں‘‘

(سورۃ یونس ایت ۸۷)

(۷)..... ’’رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ‘‘

’’اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہیں، پس ہمیں بخش دیجیے، اور ہم پر رحم فرمایئے، اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں‘‘۔

(سورۃ مومنون ایت ۱۰۹)

صلوٰۃ توبہ

اگر کوئی کام شریعت کے خلاف ہو جائے تو فوراً دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خوب رو رو کر توبہ کرے اور اپنے کیئے ہوئے گناہ پر پشیمان ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی توبہ قبول کرائے اور آئندہ کے لئے پکا ارادہ کر لے اور حال میں اُس گناہ کے قریب نہ جائے تو بفضلِ خدا تعالیٰ وہ گناہ معاف ہو جائے گا۔ جیسے حدیث پاک میں آتا ہے:

’’عَنْ اَسْمَآءِ بِنْ الْحَكَمِ الْفَزَارِیْ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْبَكْرٍ وَصَدَّقَ اَبُوْبَكْرٍ

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ یُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَتَطَهَّرُ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ثُمَّ قَرَأَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃ"۔

(ترمذی جلد اول ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الصلوٰۃ عند التوبۃ صفحہ ۹۲)

"اسماء بن حکم الفزاری علیؓ سے روایت کرتے ہے کہ علیؓ نے فرمایا کہ مجھے ابوبکر صدیقؓ نے بیان فرمایا جو صادق ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نہیں ہے کوئی بندہ کہ کوئی گناہ کرے پھر کھڑے ہو کر وضو کر کے نماز پڑھے پھر اللہ سے معافی مانگے مگر اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے پھر یہ آیت پڑھی "وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْن" -------

(سورۃ آل عمران آیت ۱۳۵)

"اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر کبھی کوئی بے حیائی کا کام کر بھی بیٹھتے ہیں یا (کسی اور طرح) اپنی جان پر ظلم کر گزرتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں کہ اور اس کے نتیجے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سواہے بھی کون جو گناہوں کی معافی دے؟ اور یہ اپنے کیے پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے۔"

چونکہ توبہ و استغفار کے ساتھ پچھلے اور حال والے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں لیکن آئندہ کے لئے گناہ سے بچنے کی توفیق کے لئے اور تقویٰ حاصل کرنے کے لئے صلوٰۃ حاجت کا پڑھنا نہایت اہم ہے۔ اس لئے بندہ فقیر نے مناسب سمجھ کر توبہ و استغفار کے بیان میں صلوٰۃ حاجت کو داخل کر دیا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

صلوٰۃ حاجت

”عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ کَانَتْ لَہٗ اِلَی اللّٰہِ حَاجَۃٌ اَوْ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَلْیَتَوَضَّأْ وَالْیُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِیُصَلِّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ لِیُثْنِ عَلَی اللّٰہِ وَلِیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثُمَّ لِیَقُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْباً اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمّاً اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضاً اِلَّا قَضَیْتَھَا یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ“۔(ترمذی جلد اول باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجۃ صفحہ ۱۰۸تا۱۰۹)

”عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو کوئی حاجت ہو اللہ تعالیٰ سے یا کسی بندے سے پس چاہئے کہ وہ وضو کرے اور اچھے طریقے سے وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر یہ دُعا پڑھے۔(جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ نہیں کوئی ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ تعالیٰ کے جو بردبار ہے، کرم والا ہے، پاکی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جو عرشِ عظیم کا رب ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام مخلوقات کا رب ہے۔ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اُن افعال و اعمال کا جو تیری رحمت کا سبب و ذریعہ اور تری بخشش کا پکا ذریعہ بنے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے کا اور ہر گناہ سے سلامتی کا۔ اے اللہ! تو میرے لئے کوئی گناہ نہ چھوڑ مگر تو اس کو بخش دے اور نہ کوئی غم مگر تو اس کو دور کر دے اور میری ہر حاجت جس پر تو راضی ہے اس کو پورا کر دے اے سب

رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا۔"

واضح بات ہے کہ انسان ہر وقت ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی تمام حاجتیں اللہ تعالیٰ ہی پوری کرنے والا ہے۔ اس لئے اپنی تمام مشکلات وحاجات چاہے دنیوی ہو یا اخروی، ظاہری ہو یا باطنی، پوری کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا، صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرے جیسے آیت کریمہ ہے: "یَآ اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝" (سورۃ بقرہ آیت ۵۳)

"اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"

الٰہی میں تجھ سے طلبگار تیرا — کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
فلک میرا زمین میری — جو تو میرا تو سب کچھ میرا
تو کوئی شے نہیں میری — اگر ایک تو نہیں میرا

طریقہ صلوٰۃ حاجت

صلوٰۃ حاجت کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل کی نیت کرکے پہلے اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نفل پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ دُعا پڑھے۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الۡحَلِیۡمُ الۡکَرِیۡمُ سُبۡحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ اَسۡئَلُکَ مُوۡجِبَاتِ رَحۡمَتِکَ وَعَزَآئِمَ مَغۡفِرَتِکَ وَالۡغَنِیۡمَۃَ مِنۡ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَۃَ مِنۡ کُلِّ اِثۡمٍ لَا تَدَعۡ لِیۡ ذَنۡبًا اِلَّا غَفَرۡتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجۡتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ

رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن۔"

سحری کے وقت استغفار کی فضیلت

اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۷ میں متّقین کی صفات بیان کرتے ہوئے فراتے ہیں: "وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ"

''اور وہ اخیر شب میں اٹھ اٹھ کر گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں۔''

تو اخیر شب میں استغفار کرنا متّقین اور مقرّبین خدا کی صفت ہے۔تو جو عمل مقرّبین خدا کا ہو وہ عمل کیوں مقرّب و پسندیدہ نہ ہو اور اسی طرح سورۃ الذاریات آیت نمبر ۱۱۷ اور ۱۱۸ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○"

''وہ رات کو تھوڑ سوتے تھے اور صبح کے وقتوں میں معافی مانگتے۔''

اور اخیر شب کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ اس وقت میں دعائیں قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہیں اور وجہ یہ ہے کہ اس میں نفس پر تکلیف اور مشقت زیادہ ہوتی ہے کہ آرام اور بستر چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس میں (یعنی سحری کے وقت عبادت میں) روح کو لذت اور سکون زیادہ حاصل ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ اس میں یکسوئی اور تنہائی ہوتی ہے کہ سب کام کاروبار و تجارت، مال و اولاد، درس و تدریس وغیرہ سب سے یکسوئی حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں گریہ وزاری و مناجات میں مشغول رہتا ہے اور اس گریہ وزاری و مناجات میں کیوں لذت نہ ہو جبکہ خود وہ کریم ذات ندا کرتی ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول

کروں، کوئی ہے جو مجھ سے مانگے، میں اس کو عطا کروں اور کوئی ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے اور میں اس کی مغفرت کروں۔ بخلاف دیگر اوقات کے کہ اس میں اور اس عبادت میں یہ اوصاف نہیں پائے جاتے۔

بندہ فقیر اب چند وہ احادیث ذکر کرتا ہے جن میں سحری کے وقت (اخیر شب) استغفار پڑھنے کی فضیلت آئی ہے۔

(۱)۔۔۔۔عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ یَنْزِلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا کُلَّ لَیْلَۃٍ حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ الَّیْلِ فَیَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبُ لَہٗ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَسْئَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرُلَہٗ۔ (متفق علیہ) وَفِیْ رَوَایَتِ مُسْلِمٍ ثُمَّ یَبْسُطُ یَدَیْہِ وَیَقُوْلُ مَنْ یُّقْرِضُ غَیْرَ عَدُوْمٍ وَّلَا ظَلُوْمٍ حَتّٰی یَنْفَجِرُ الْفَجْرَ"

(تفسیر مظہری عربی جلد ۲ سورۃ آل عمران ایت ۱۷)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر رات کا جب آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے اور میں اس کی مغفرت کروں۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر پروردگار اپنے دونوں ہاتھ (مَا یَلِیْقُ بِشَانِہٖ) پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے قرض دینے والا ایسے شخص کو جو مفلس نہیں ہے اور نہ حق مارنے والا ہے۔ یہ ندا صبح کی پو پھٹنے تک ہوتی رہتی ہے۔''

(۲)۔۔۔۔عَنْ اَنَسٍ بن مَالِکؓ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنْ نَسْتَغْفِرَ بِالْاَسْحَارِ سَبْعِیْنَ اِسْتِغْفَارَۃً" (روح المعانی جلد ۲ سورۃ آل عمران ایت ۱۷)

"انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سحری کے وقت ستر ۷۰ بار استغفار پڑھیں۔

(۳)۔۔۔۔اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَاَحْمَدُ عَنْ سَعِیْدِ الْجَرِیْرِیْ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ دَاؤدَ علیہ السلام سَاَلَ جِبْرِیْلَ علیہ السلام فَقَالَ یَا جِبْرِیْلُ اَیُّ اللَّیْلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ یَا دَاؤدُ مَا اَدْرِیْ سِوٰی اَنَّ الْعَرْشَ یَھْتَزُّ فِی السَّحْرِ"۔ (روح المعانی جلد ۲ سورۃ آل عمران آیت ۱۷)

"ابن جریر اور احمد رحمۃ اللہ علیہما حضرت سعید جریریؒ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت داؤدؑ نے حضرت جبرئیلؑ سے سوال کیا کہ یا جبرئیلؑ کونسی رات افضل ہے؟ (یعنی رات کا کونسا حصہ افضل ہے) تو جبرائیلؑ نے فرمایا اے داؤدؑ مجھے تو اس بات کے سوا کچھ علم نہیں ہے کہ سحری کے وقت عرش حرکت کرتا ہے (یعنی رات میں سحری کا (اخیر شب) وقت افضل ہے جو آخری ثلث اللیل ہے۔"

استغفار کے فضائل

(۱)۔۔۔۔استغفار پڑھنے والوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے خوشخبری ہے۔ حدیث میں آتا ہے: "عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ بُسْرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اِسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا۔"

(ابن ماجہ باب الاستغفار صفحہ ۲۷۹ مشکوۃ باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثالث ص ۲۰۶)

"عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کے لئے

پسندیدہ زندگی ہے جس نے اپنے اعمال نامہ میں کثرت سے استغفار پایا۔‘‘

مُلاعلی قاری ’’طوبیٰ‘‘ کے تین معانی بیان فرماتے ہیں۔

(۱)’’الحالۃ الطیبۃ‘‘’’اچھی حالت‘‘

(۲)’’اَلْعِیْشَۃُ الرَّاضِیَۃُ‘‘ ’’پسندیدہ زندگی‘‘

(۳)’’اَلشَّجَرَۃُ الْمَشْھُوْرَۃُ فِی الْجَنَّۃِ الْعَالِیَۃِ‘‘

’’مشہور درخت جو جنت کے اعلیٰ مقام میں ہے۔(مرقاۃ المفاتیح جلد ۵ صفحہ ۲۶۳)

آپ نے ’’کثیرًا‘‘ کا معنیٰ مقبول سے کیا ہے۔وجہ یہ ہے کہ جو استغفار اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہ ہو وہ تو خود دوسرے استغفار کا محتاج ہوتا ہے۔یہاں پر ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ اس طرح کیوں نہیں فرمایا۔کہ ’’طوبیٰ لِمَنْ اسْتَغْفَرَ کَثِیْرًا‘‘۔حالانکہ اس میں اختصار بھی ہے۔ملّا علی قاریؒ جواب میں فرماتے ہیں۔’’وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ‘‘ اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔اس لئے کہ جس عمل میں اخلاص ہو وہ اعمال نامہ میں پایا جائے گا۔جس میں اخلاص نہ ہو وہ تو ’’ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا‘‘ یعنی اڑتی ہوئی خاک ہے۔ہاں مگر وہ عمل جو بندے پر حجت اور وبال ہو وہ تو اعمال نامہ میں موجود ہوگا۔

(۲)۔۔۔۔۔استغفار سے جنت کے درجات بلند ہوتے ہیں اور مُردوں کے لئے تحفہ ہے۔

’’عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَیَرْفَعُ الدَّرَجَۃَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنّٰی لِیْ ھٰذِہٖ فَیَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ۔‘‘

(مشکوۃ کتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثالث صفحہ ۲۰۵ تا ۲۰۶)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ عبد صالح کے لئے (یعنی مسلمان بندے کے لئے) جنت میں مرتبہ بلند فرمائے گا۔ پس وہ بندہ کہے گا اے میرے رب! مجھے یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کی اولاد کے استغفار کے سبب جو تیرے لئے انہوں نے کیا تھا۔''

اس حدیث میں ان والدین کے لئے بشارت ہے جن کی مسلمان اولاد ہو چاہے مرد ہو یا عورت اس لئے کہ حدیث میں ''ولد'' کا لفظ آیا ہے اور ''ولد'' کا لفظ مذکر اور مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اولاد جب ماں باپ کے لئے دعائیں واستغفار کرتی ہیں تو جنت میں اللہ تعالیٰ ان کے والدین کے لئے مرتبہ بلند کرتا ہے۔ تو جو شخص خود استغفار کرنے والا ہو اس کے لئے بطریق اولیٰ درجات بلند کردے گا۔ ایک اور روایت میں ہے ''اِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَآءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ اَلْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ'' ''یقیناً مُردوں کے لئے زندہ لوگوں کا تحفہ ان کے لیے استغفار کرنا ہے۔''

(۳)۔۔۔۔۔''قَالَ عَبدالله بن مسعُود رضی اللہ عنہ: ''مَنْ قَالَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَالْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ اِلَيْهِ ثَلَاثًا غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوْبُهُ وَلَوْكَانَتْ مِثْلَ زَبَدِالْبَحْرِ''

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: جو شخص تین مرتبہ یہ استغفار پڑھتا ہے، (معافی چاہتا ہوں، اس خدائے برتر سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہی تمام مخلوق کی زندگی کو قائم رکھتا ہے۔ اور اس کے سامنے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔) اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

استغفار کے فوائد:

اس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔عَنِ ابْنِ عَبَاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ لَّزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضَیْقٍ مَّخْرَجًا وَمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔"

(مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبہ الفصل الثانی ص ۲۰۴)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو بندہ کثرت سے استغفار پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر سختی و مصیبت سے نکالے گا اور ہر غم سے خلاصی و نجات دے گا اور اس کو حلال و پاکیزہ رزق دے گا اس جگہ سے جہاں سے اس کو خیال و گمان بھی نہ ہو۔''

ملا علی قاریؒ فرماتے ہے۔ کہ مذکورہ بالا حدیث مقتبس (لیا گیا) ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے جو سورۃ طلاق میں ہے۔

''وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ○ وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ○ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ○'' (الطلاق ۲۔۳) (مرقاۃ المفاتیح جلد ۵، ص ۲۴۸)

''جو کوئی ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ تعالیٰ پر تو وہ اس کو کافی ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ پورا کر لیتا ہے اپنا کام اللہ نے رکھا ہے ہر چیز کا اندازہ۔''

''راقم فقیر کہتا ہے کہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جو فوائد و انعامات متقی لوگوں

کے لئے بیان فرمائے ہیں وہ انعامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استغفار کرنے والوں کے لئے بیان کئے ہیں وجہ یہ ہے کہ گنہگار بندہ جب تائب ہوکر استغفار پڑھتا ہے تو وہ گناہوں سے پاک ہوکر متقی بن جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص جیسا ہے جس کا کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب و دوست ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ○"

"بے شک اللہ پسند فرماتا ہے خوب توبہ کرنے والوں کو، اور پسند فرماتا ہے خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو"۔ (سورۃ البقرہ ۲۲۲)

استغفار پڑھنے اور ترک منکرات کے تو دنیوی واخروی بہت سے فوائد ہیں۔ لیکن یہاں چند وہ فوائد ذکر کئے جاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں۔

(اول)۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ استغفار پڑھنے والوں کو ہر مصیبت سے نکالے گا۔

(دوم)۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ استغفار پڑھنے والوں کو ہر غم سے نجات وخلاصی دے گا۔

حدیث میں ایک لفظ "ضیق" آیا ہے جو (ض) سے بمعنی سختی وتنگی اور محتاجی کے معنی میں آتا ہے۔ اور دوسرا لفظ "ھَم" آیا ہے۔ جو (ن) سے بمعنی رنج وغم۔ حدیث میں ان دونوں لفظوں کے ساتھ لفظ "کل" مذکور ہے اور لفظ کل استغراق کے لئے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی ہر قسم پریشانی وحاجت چاہے دنیاوی پریشانی وحاجت ہو یا اخروی جیسے رزق کی تنگی، تجارتی مشکلات، اولاد کا نہ ہونا یا اولاد کا نافرمان ہونا، آپس میں محبت نہ ہونا بلکہ اختلافات وجھگڑے ہونا، دشمن کا غالب ہونا، مقروض ہونا، برے اخلاق و بداعمال کا عادی ہونا، نیک اعمال کی توفیق نہ ملنا، دعائیں قبول نہ ہونا، خشک سالی

ہونا، بارش نہ برسنا، زندگی پریشانیوں اور سختیوں میں گزرنا، سکون قلب کا نہ ہونا، مال واولاد میں خیر وبرکت کا نہ ہونا وغیرہ تو جو آدمی تائب ہوکر کثرت ودوام کے ساتھ استغفار کرے گا وہ مخلص مؤمن اور اللہ تعالیٰ کا مقرّب بندہ بھی بن جائے گا اور اس کی دنیاوی زندگی بھی آرام وسکون سے گزرے گی جیسے آیت کریمہ ہے۔

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○"

(سورۃ النحل آیت ۹۶)

"جس شخص نے بھی مومن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے، اور ایسے لوگوں کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر ضرور عطا کریں گے"۔

اور اخروی پریشانیوں اور مصیبتوں سے بھی خلاصی ملے گی۔ جیسے عالم برزخ وعالم حشر اور حساب وجزا کے وقت سختیوں سے اور عذب الٰہی کے بجائے رحمتِ الٰہی اور رضائے الٰہی حاصل ہوگی۔ اور اطمینان وسکون میں رہے گا۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○" (البقرہ ۳۸)

"نہ خوف ہوگا اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

(سوم)۔۔۔۔اللہ تعالیٰ استغفار کرنے والوں کو حلال وپاکیزہ رزق اس جگہ سے دے گا جہاں سے ان کو امید وخیال بھی نہ ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کا رزق فراخ کردے گا اور مخلوق سے سوال وطمع سے بے نیاز ومستغنی کردے گا۔

(چہارم)۔۔۔۔۔استغفار سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

(۲)۔۔۔۔۔"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَذْنَبَ کَانَتْ نُکْتَةٌ سَوْدَآءُ فِیْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبَهٗ فَذَالِکُمُ الرَّانَ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی "کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝"

(مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثانی ص ۲۰۴)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ (داغ) بن جاتا ہے اور اگر گناہ زیادہ کرے (پچھلے گناہ سے توبہ کئے بغیر) تو وہ سیاہ نقطہ اور بھی بڑھ جاتا ہے اور دل ڈھانپ لیتا ہے۔پس یہ ران ہے (زنگ، پردہ، مہر) جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ذکر کیا ہے۔ "کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝" (ہرگز نہیں! بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں اس نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے)

حضرت حسن بصریؒ کا فرمان:

عمدۃ القاری میں امام ثقلبیؒ سے منقول ہے کہ حسن بصریؒ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے قحط کی شکایت کی تو حسن بصریؒ نے اس سے فرمایا "اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ" تم استغفار پڑھا کرو یعنی اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کر۔

ایک اور آدمی آیا "فَشَکَا اِلَیْهِ الْفَقْرَ" (اس نے بھی فقر کی شکایت کی)۔حسن بصریؒ نے اس سے بھی فرمایا۔"اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ" تم استغفار کرو۔

ایک تیسرا شخص آیا اس نے حسن بصریؒ سے عرض کیا کہ ''اُدْعُ اللّٰہَ لِیْ اَنْ یَّرْزُقَنِیْ اِبْنًا'' میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا فرمائے۔ حسن بصریؒ نے اس سے بھی فرمایا کہ استغفار کرو۔

ایک اور آدمی آیا ''فَشَکَا اِلَیْہِ جَفَافَ بَسَاتِیْنِہٖ'' اُس نے تو باغوں کے خشک ہونے کی شکایت کی۔ آپؒ نے اُس کو بھی استغفار کرنے کا حکم دیا۔

حسن بصریؒ سے کہا گیا کہ آپ کے پاس لوگ آئے اور مختلف قسم کی شکایتیں کیں اور سوالات کئے۔ آپ نے سب کو استغفار پڑھنے کا حکم دیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ میں نے اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کا اعتبار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت نوحؑ کی حکایت ہے اور قرآن مجید میں مذکور ہے:

''اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ٥ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ٥ وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْہٰرًا ٥

(سورۃ نوح)

''اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو، یقین جانو وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہارے لیے باغات پیدا کرے گا، اور تمہاری خاطر نہریں مہیا کر دے گا''۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۲۲ کتاب الدعوات صفحہ ۴۳۲)

مذکورہ بالا واقعہ سے واضح ہوا کہ استغفار ایک ایسا عام وظیفہ ہے کہ اخروی مصیبتوں سے نجات کے ساتھ ساتھ دنیاوی مشکلات کے لئے بھی ایک مجرب وظیفہ ہے۔ چاہے جانی مشکل ہو یا مالی۔ اس لئے استغفار پر پابند ہو کر اپنی پریشانیوں اور مشکلات سے

نجات حاصل کریں۔

تائبین کے واقعات

ذیل میں چند ایسے واقعات نقل کئے جا رہے ہیں جن میں گناہ گاروں کی ایک کثیر تعداد نے توبہ تائب ہو کر اپنی زندگیوں کے رُخ موڑ دئے ہیں۔انہوں نے اپنی گناہ گارانہ زندگی پر نادم ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی توبہ قبول فرما کر انہیں اپنے خاص بندوں کی فہرست میں ڈال دیا۔

(۱) سو آدمیوں کے قاتل کا واقعہ:

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے ننانوے (۹۹) قتل کئے تھے پس اُس نے زمین والوں میں سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا (تا کہ اس سے اپنی توبہ کی قبولیت کے بارے میں پوچھے) تو اس کو ایک راہب کے بارے میں بتایا گیا۔ وہ اس کے پاس آیا اور بتایا اپنے کئے ہوئے ننانوے (۹۹) قتل کے بارے میں کہ کیا اس کے لئے (میرے لئے) توبہ ہے تو اس نے کہا نہیں (آپ کی توبہ قبول نہیں ہوسکتی) تو اس نے راہب کو قتل کر کے سو (۱۰۰) پورے کر دیئے۔ (پھر پیشمان ہو کر) زمین والوں میں سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا (تا کہ اس سے اپنی توبہ کی قبولیت کے بارے میں پوچھے) تو اس کو ایک راہب (عالم) کے بارے میں بتلایا گیا پس اُس نے اپنے کئے ہوئے سو (۱۰۰) قتل کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس قاتل کے لئے (میرے لئے) توبہ کا کوئی راستہ ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں (آپ کی توبہ اب بھی قبول ہوسکتی ہے اور کوئی چیز مانع نہیں ہے) (لیکن ایک کام کرلو)

کہ تم چلو ایسی زمین کی طرف جو ایسی ایسی ہے یعنی اس میں ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تم بھی وہاں جا ملو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اپنی بستی کی طرف نہ لوٹو۔ کیونکہ یہ بُری بستی ہے (اور گناہ والی زمین ہے تم نے اس زمین پر گناہ کئے ہیں) وہ آدمی چل پڑا جب آدھا راستہ طے کیا تو اس کو موت آئی پس رحمت والے فرشتے اور عذاب والے فرشتے اس شخص کے بارے میں جھگڑا اور مباحثہ کرنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا ہم اس کی روح قبض کر کے جنت کو لے جائینگے کیونکہ یہ شخص توبہ کر کے اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر آیا ہے۔ اور عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ ہم اس کی روح قبض کر کے جہنم کو لے جائینگے کیونکہ اس نے تو کبھی نیکی کا کام کیا ہی نہیں پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اسے انہوں نے اپنے درمیان ثالث (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر لیا تو اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کر لو پس وہ دونوں میں سے جس زمین سے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہو گا پس انہوں نے زمین کو ناپا تو اسی زمین کو کم پایا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا پس پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ امام قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ جب اس کی موت واقع ہوئی تو اس نے اپنا سینہ اس زمین سے دور کر لیا تھا (جہاں سے وہ چلا تھا)۔

(مسلم جلد ثانی کتاب التوبہ باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہٗ ص ۳۵۹)

فائدہ: مذکورہ بالا واقعہ سے چند باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے۔

(۱)۔۔۔انسان چاہے جتنا بھی گناہ گار ہو لیکن اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے بلکہ معافی مانگ کر بخشش کی اُمید رکھنی چاہئے۔

(۲)۔۔۔انسان کو حسب طاقت ہمت و کوشش کر کے اپنے ذمّے کو حقوق اللہ اور حقوق

العباد سے فارغ کرنا چاہئے اگر اسے درمیان میں موت آجائے تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن معاف ہونے کی اور حقوق العباد کی جگہ بندوں کو قیامت کے دن راضی کرنے کی امید رکھنی چاہئے۔

(۳)۔۔۔۔۔آدمی کو چاہئے کہ اس جگہ سے اور اس مجلس سے جس میں اس سے گناہ ہوا ہو۔ہجرت کر کے چھوڑ دے۔

(۴)۔۔۔۔آدمی کو چاہئے کہ گناہ کے بعد نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھے تا کہ توبہ کی توفیق حاصل ہو جائے اور توبہ پر دوام واستقامت حاصل ہو جائے۔

دردمندان گنہ را روز وشب

شربتے بہتر ز استغفار نیست

''گناہ کے دردمندوں کے لئے دن رات استغفار سے بہتر کوئی شربت نہیں''

(۲) حضرت وحشیؓ کا واقعہ:

آپ جانتے ہیں کہ یہ کتنے بڑے قاتل ہیں جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ کو نہایت بے دردی سے شہید کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا دکھ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بدلے میں ۷۰ ستّر کافروں کے ساتھ یہی معاملہ کروں گا اور خدا کی قسم کھائی۔جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

''وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ'' (سورۃ النحل ۱۲۶)

''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ بدلہ لیں تو اتنا ہی بدلہ لے سکتے ہیں جتنی آپ کو تکلیف پہنچائی گئی ہے۔'' آپ بھی کسی ایک کافر کے ساتھ ایسا کریں ایک یا چند کے بدلے میں

ستّر ۷۰ کافروں کو نہیں مار سکتے لیکن ''وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ o''
(سورۃالنحل ۱۲۶) ''اور اگر آپ صبر کریں تو یہ بہتر ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کو میرے لئے خیر فرمایا اے صحابہ سن لو میں صبر اختیار کرتا ہوں اب کسی ایک سے بھی بدلہ نہیں لوں گا اور میں قسم توڑتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کا کفارہ ادا فرمایا اور کچھ عرصہ بعد حضرت وحشیؓ کو اسلام پیش کیا جا رہا ہے۔رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا زاد بھائی ہیں، روایت کرتے ہیں:

''بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِلٰى وَحْشِيٍ يَدْعُوْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی دعوت دینے کے لئے پیغام بھیجا کہ اے وحشی ایمان لے آؤ؟ ''فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ'' تو انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جواب بھیجا، کیا پیغام بھیجا کہ آپ جانتے ہیں کہ ''اَنَّ مَنْ قَتَلَ اَوْ اَشْرَکَ اَوْ زَنٰى'' جو شرک کرے گا قتل کرے گا زنا کرے گا آپ جانتے ہیں کہ اس کے بارے میں آپ کے خدا نے یہ آیت نازل کی ہے:

''يَلْقَ اَثَامًا يُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ''

وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مجرم ہے اسے سزا بھگتنا پڑے گی اور اس کو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ کافر بھی قرآن شریف کو پڑھا کرتے تھے حضرت وحشی حالت کفر میں قرآن کا حوالہ دے رہے ہیں ''کَيْفَ تَدْعُوْنِيْ اِلٰى دِيْنِکَ'' ''آپ مجھے اسلام کی طرف دعوت کیسے دے رہے ہیں'' ''وَاَنَا قَدْ فَعَلْتُ ذٰلِکَ کُلَّهٗ'' میں نے تو ان میں سے کوئی کام بھی نہیں چھوڑا۔قتل بھی ایسی شخصیت کو کیا جو اسلام میں سب سے محترم شخصیت تھی اور گناہ

کے سب کام کئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحشیؓ کے اسلام کے لئے دوسری آیت نازل فرمائی دیکھئے یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے ایسے مبغوض ایسے مجرم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے قاتل پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برس رہی ہے۔ کیا ٹھکانہ ہے اس کے حلم کا دو (۲) آیات نازل ہو رہی ہیں ان کے اسلام کے لئے۔

"اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا" (الفرقان آیت ۷۰)

"اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا وحشی کو آپ پیغام دے دیں کہ اگر وہ توبہ کر لے اور ایمان لائے اور صالح عمل کرتا رہے تو میں ان کے ایمان اور اسلام کو قبول کرتا ہوں۔ دنیا میں ہے کوئی ایسا حلم والا جو اپنے محبوب عزیز کے قاتل کو اس طرح بخش دے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو جب ان کے پاس بھیجا تو اس پر ان کا پیغام سنئے کہتے ہیں "هٰذَا شَرۡطٌ شَدِيۡدٌ" یہ تو بڑی سخت شرط ہے کیونکہ میں توبہ کر سکتا ہوں ایمان لا سکتا ہوں لیکن "وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا" ساری زندگی نیک عمل کرتا رہوں اس میں ذرا مجھے اپنے بارے میں اعتماد نہیں ہے لَعَلِّیۡ لَاۤ اَقۡدِرُ عَلَيۡهِ" میں شاید اس پر قادر نہ ہو سکوں۔ اب تیسری آیت نازل ہو رہی ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ"
(سورۃ النسآء آیت ۱۱۶)

"اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرے گا لیکن اس کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہیں سب معاف کر دے گا جس کے لئے چاہے گا۔

یعنی وحشی اگر ایمان لائے اور شرک سے توبہ کرے تو عمل صالح کی قید بھی اٹھ رہی ہے۔ "وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ" شرک کے علاوہ بھی جتنے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ

بخش دے گا جس کے لئے چاہے گا اب ان کا جواب سنئے ''اَرَانِیۡ بَعۡدُ فِیۡ شُبۡهَةٍ'' (میں ابھی شبہ میں ہوں) کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی آزادی نہیں دی بلکہ مغفرت کو اپنی مشیت سے مقید کر دیا کہ جس کو میں چاہوں گا اس کو بخش دوں گا۔ مجھے کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میرے لئے ہوگی یا نہیں وہ میرے لئے مغفرت چاہے گا یا نہیں ''فَلَا اَدۡرِیۡ یَغۡفِرُ لِیۡ اَمۡ لَا؟'' پس میں نہیں جانتا کہ وہ مجھے بخشیں گے یا نہیں۔ اب چوتھی آیت نازل ہو رہی ہے:

''قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۝'' (سورۃ زمر آیت ۵۳)

یہ آیت اتنی قیمتی ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنۡیَا بِهٰذِهِ الۡاٰیَةِ'' (مشکوۃ ۲۰۶) یہ آیت مجھے اتنی محبوب ہے کہ اگر اس کے بدلے میں مجھے پوری کائنات مل جائے تو وہ عزیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ''

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میرے گناہ گار بندوں کو بتا دیجئے کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنے او پر زیادتیاں کیں ظلم کیا بے شمار گناہ کر لئے۔

''لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ'' تم میری رحمت سے ناامید نہ ہوں۔

''اِنَّ اللّٰهَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا'' یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ اب مشیت کی بھی قید نہیں ہے۔ اس قید کو بھی میں ہٹا رہا ہوں تا کہ میرے گناہ گار بندے مایوس نہ ہوں۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نَعَمۡ هٰذَا'' یہ بھی اچھی آیت ہے ''فَجَآءَ وَاَسۡلَمَ'' پھر آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "ھٰذَا لَہٗ خَاصَۃً اَمْ لِلْمُسْلِمِیْنَ عَامَۃً" کیا یہ آیت وحشی کے لئے خاص ہے یا سارے مسلمانوں کے لئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بَلْ لِلْمُسْلِمِیْنَ عَامَۃً" قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے لئے اللہ کا یہ فضل عام ہے۔ اس کے بعد نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرنے والا مسلیمہ کذاب جس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جہاد کرنا پڑا اس کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اعلان کیا۔ کہ "قَتَلْتُ فِیْ جَاھِلِیَّۃٍ خَیْرَ النَّاسِ وَفِیْ اِسْلَامٍ شَرَّ النَّاسِ" (روح المعانی ص ۱۶۱ جلد ۲)

میں نے اپنے زمانہ کفر میں (زمانہ جاہلیت میں) دنیا کے ایک بہترین انسان کو قتل کیا تھا اور اپنے زمانہ اسلام میں میں نے ایک بدترین انسان کو قتل کیا۔ جو نبوت کا دشمن تھا اور جھوٹا نبی بنا ہوا تھا۔ (مواعظ درد محبت جلد ۲)

فائدہ: دیکھو! اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ آپ خود اندازہ کر کے اس واقعہ سے عبرت حاصل کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قاتل کو معاف کرنے کے لئے خود بہانے ڈھونڈ کر اپنے کلام پاک یعنی قرآن پاک میں چار آیتیں نازل فرمائی۔ اس لئے ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے اور اپنی گناہوں سے توبہ کرنا چاہئے اور آئندہ کے لئے یہ عزم کر لیں کہ کبھی بھی ہم سے گناہ سرزد نہ ہو جائے۔ اور اگر ہو جائے تو فوراً توبہ کر کے استغفار پڑھے اور اپنے دل سے گناہوں کی میل توبہ کے صابن سے صاف کر لیں اور گناہوں کی ظلمت توبہ کے نور سے بدل دیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین ہے۔

(۳) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ نے حضرت معاویہؓ کا ایک واقعہ لکھا۔ حضرت معاویہؓ تہجد کی نماز کے لئے اٹھا کرتے تھے۔ ایک دِن تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلی حتیٰ کہ تہجد کا وقت نکل گیا۔ چونکہ اِس سے پہلے کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوٹی تھی، پہلی مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ تہجد کی نماز چھوٹ گئی چنانچہ اس کی وجہ سے اُن کو اِس قدر ندامت اور رنج ہوا کہ سارا دن روتے روتے گزار دیا کہ یا اللہ مجھ سے آج تہجد کی نماز چھوٹ گئی۔ جب اگلی رات کو سوئے تو تہجد کے وقت ایک بزرگوار نے تشریف لا کر آپ کو تہجد کی نماز کے لئے جگانا شروع کر دیا کہ اُٹھ کر تہجد پڑھ لو۔ حضرت معاویہؓ فوراً اُٹھ گئے اور اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور یہاں کیسے آئے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں وہی بدنام زمانہ ابلیس اور شیطان ہوں حضرت معاویہؓ نے پوچھا کہ تمہارا کام تو انسان کو غفلت میں مبتلا کرنا ہے۔ نماز کے لئے اٹھانے سے تمہارا کیا کام؟ شیطان نے کہا اس سے بحث مت کرو جاؤ تہجد پڑھو اور اپنا کام کرو۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ نہیں پہلے بتاؤ کیا وجہ ہے؟ مجھے کیوں اٹھا رہے تھے؟ جب تک نہیں بتاؤ گے میں نہیں چھوڑوں گا۔ جب بہت اصرار کیا تو شیطان نے بتایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ گزشتہ رات آپ پر میں نے غفلت طاری کر دی تھی تا کہ آپ کی تہجد کی نماز فوت ہو جائے چنانچہ آپ کی تہجد کی نماز فوت ہو گئی لیکن تہجد چھوٹ جانے کے نتیجے میں آپ نے سارا دن روتے روتے گزار دیا اور اِس رونے کے نتیجے میں آپ کے اتنے درجات بلند ہو گئے کہ اگر آپ اُٹھ کر تہجد پڑھ لیتے تو آپ کے درجات اتنے بلند نہ ہوتے۔ یہ تو بہت خسارے کا سودا ہوا اِس لئے میں نے سوچا کہ آج آپ کو اُٹھا دوں تا کہ اور زیادہ درجات کی بلندی کا راستہ پیدا نہ ہو۔ (اصلاحی خطبات جلد ۶)

(۴)ایک شخص کا عجیب واقعہ:

حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھلی اُمتوں کے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص تھا۔ جس نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا تھا۔ بڑے بڑے گناہ کئے تھے۔ بڑی خراب زندگی گزاری تھی اور جب اُس کی موت کا وقت آیا تو اُس نے اپنے گھر والوں سے وصیت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی زندگی گناہوں اور غفلتوں میں گزاری ہے کوئی نیک کام تو کیا نہیں ہے۔ اِس لئے جب میں مرجاؤں تو میری نعش کو جلا دینا اور جو راکھ بن جائے تو اِس کو بالکل باریک پیس لینا پھر اِس راکھ کو مختلف جگہوں پر تیز ہوا میں اڑا دینا تاکہ وہ ذرات دور دور تک چلے جائیں۔ یہ وصیت میں اس لئے کر رہا ہوں کہ اللہ کی قسم! اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ آ گیا تو مجھے اللہ تعالیٰ ایسا عذاب دے گا کہ ایسا عذاب کسی اور شخص کو نہیں دیا ہوگا اس لئے کہ میں نے گناہ ہی ایسے کئے ہیں کہ اِس عذاب کا مستحق ہوں۔ جب اِس شخص کا انتقال ہو گیا تو اُس کے گھر والوں نے اُس کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اُس کی نعش کو جلایا، پھر اِس کو پیسا، اور پھر اِس کو ہواؤں میں اُڑا دیا۔ جس کے نتیجے میں اُس کے ذرات دور دور تک بکھر گئے۔ یہ تو اُس کی حماقت کی بات تھی کہ شاید اللہ تعالیٰ میرے ذرات کو جمع کرنے پر قادر نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ اِس کے سارے ذرات جمع کر دو، جب ذرات جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اِس کو دوبارہ مکمل انسان جیسا تھا ویسا بنا دیا جائے۔ چنانچہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس سے سوال کیا کہ تم نے اپنے گھر والوں کو یہ سب عمل کرنے کی وصیت کیوں کی تھی؟ جواب میں اِس نے کہا ”خشیتک یا رب“

اے اللہ آپ کے ڈر کی وجہ سے، اِس لئے کہ میں نے گناہ بہت کئے تھے۔ اور اِن گناہوں کے نتیجے میں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں آپ کے عذاب کا مستحق ہو گیا ہوں اور آپ کا عذاب بڑا سخت ہے تو میں نے اِس عذاب کے ڈر سے یہ وصیت کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے ڈر کی وجہ سے تم نے یہ عمل کیا تھا۔ جاؤ، میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ یہ واقعہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا اور صحیح مسلم میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔

(اصلاحی خطبات جلد ۶)

فائدہ: سوال یہ ہے کہ اس شخص ے یہ حرکت کر کے اس طرح جملہ بھی (لَئِنْ قَدَرَ اللّٰہُ) قسم ہے خدا کی: ''اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ آ گیا'' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کر رہا تھا یہ تو کفر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ (لَئِنْ قَدَرَ اللّٰہُ) کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کا مواخذہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت میں وہ آ گیا تو اس کی خیر نہیں ہو گی اس پر تو کوئی اشکال نہیں لیکن اگر اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کیا ہو تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ شخص صرف خوفِ خدا کی وجہ سے مغلوب الحال اور مغلوب العقل بن گیا تھا ایسی صورت میں اس طرح جملے قابل مواخذہ نہیں ایک دیوانہ کی ایک دیوانگی تھی جس کا قاعدہ اور ضابطہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۵) اپنے گناہ کا اقرار کرنے والی عورت کا واقعہ:

صحیح مسلم میں ہے کہ قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اسے زنا سے حمل تھا۔ اس نے عرض کیا کہ ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حد کے

قابل ہوئی ہوں، مجھ پر حد جاری کیجئے۔ حضور ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا ''اس کو اچھی طرح رکھو جب بچہ پیدا ہو جائے، تو اسے میرے پاس لے آؤ'' اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے کس کر باندہ دیئے جائیں اور حد لگانے کا حکم دیا، چنانچہ اسے سنگسار کر دیا گیا۔ پھر اس کا جنازہ پڑھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اس کا جنازہ پڑھتے ہیں، حالانکہ اس نے زنا کیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ستّر ۷۰ شہروں میں رہنے والوں پر تقسیم کر دی جائے تو انہیں (بخشش کے لئے) کافی ہو اور کیا تم نے کوئی ایسا پایا ہے جس نے اللہ عزوجل کے لئے اپنی جان کی سخاوت کر دی ہو؟

فائدہ: دیکھو! اللہ کا ڈر بہت بڑی چیز ہے کہ ایک کمزور بندہ (عورت) نے اللہ کے خوف سے صاف اقرار کر دیا اور اللہ سے توبہ تائب ہوئی کہ دنیا میں یہ معمولی سزا پا کر آخرت میں اللہ تعالیٰ نجات دے گا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی توبہ اور گناہوں کے چھوڑنے کی توفیق عطا فرمادیں (آمین) اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کی وجہ سے وہ گناہ سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کا حبیب بن جاتا ہے۔

(٦) بنی اسرائیل کے ایک مالدار آدمی کے توبہ کا واقعہ:

سنن ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا'' کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا: ایک بار نہیں'' دو بار نہیں اور بتائے ہوئے فرمایا سات بار نہیں بلکہ اس نے زیادہ بار جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل کا ایک (مالدار) آدمی بُرے کام سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک

عورت آئی۔اس نے اسے ساٹھ دینار دیئے کہ وہ اس سے بدکاری کرائے جب وہ اس حال میں بیٹھا جیسا کہ ایک مرد عورت کے ساتھ (جماع کرنے کے لئے) بیٹھتا ہے تو وہ عورت تھر تھر کانپنے لگی اور رو پڑی۔اس نے پوچھا: کیوں روتی ہو، کیا میں ناپسند ہوں؟ عورت نے کہا: نہیں بلکہ یہ بات ہے کہ میں نے یہ برا کام کبھی نہیں کیا اور میں صرف ایک شدید ضرورت (یعنی بھوک) کی وجہ سے یہ کام کرنے لگی ہوں۔اس نے کہا: تم یہ کام کرتی ہو؟ حالانکہ اس سے پہلے تم نے یہ کام کبھی نہیں کیا! جاؤ، یہ (دینار) تمہارے ہی ہیں اور ساتھ ہی کہا: اللہ جل شانہ کی قسم! میں آئندہ کبھی گناہ نہیں کروں گا۔اسی رات کو اس کا انتقال ہو گیا۔ جب صبح ہوئی، تو اس کے دروازے پر لکھا تھا: اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو معاف کر دیا۔(مکاشفۃ القلوب)

(۷) بوتل میں شراب سرکہ بننے کا واقعہ:

حضرت عمر بن خطابؓ ایک بار مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک جوان سامنے آیا۔اس نے کپڑوں کے نیچے ایک بوتل چھپا رکھی تھی حضرت عمرؓ نے پوچھا، اے نوجوان یہ کپڑوں کے نیچے کیا اٹھا رکھا ہے؟ اس بوتل میں میں شراب تھی۔نوجوان نے اسے شراب کہنے میں شرمندگی محسوس کی اس نے دل میں دُعا کی یا اللہ مجھے حضرت عمرؓ کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ فرما، ان کے ہاں میری پردہ پوشی فرما۔میں کبھی بھی شراب نہیں پیوں گا اس کے بعد نوجوان نے عرض کیا۔اے امیر المؤمنین میں سرکہ کی بوتل اٹھائی ہوئی ہے۔آپؓ نے فرمایا مجھے دکھاؤ جب دکھائی اور ان کے سامنے کیا اور حضرت عمرؓ نے اسے دیکھا تو وہ سرکہ تھا۔اب دیکھئے مخلوق نے مخلوق کے ڈر سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے شراب کو

سرکہ بنادیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ میں اخلاص دیکھا لیکن اگر ایک گناہ گار آدمی جو بُرے اعمال کی وجہ سے ویران ہو چکا ہو خالص توبہ کرے اپنے کئے پر نادم ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی شراب کو نیکی کے سرکے میں بدل دے گا۔(ایضاً)

(۸) حضرت بشر حافیؒ کا واقعہ:

امام احمد بن حنبلؒ محدث عظیم فقہ حنبلی کے امام کے زمانے میں ایک شخص تھا جس کا نام بشر حافی تھا۔ وہ شراب پیتا تھا۔ نشے کی حالت میں ایک دن راستے میں ایک کاغذ ملا جس پر بسم اللہ شریف لکھی ہوئی تھی۔ حالت نشہ میں تھے، بے ہوش تھے، بہت زیادہ پی لی تھی مگر اس کاغذ کو اٹھا کر جلدی سے صاف کیا، عطر لگایا، چوما، بوسہ لیا اور جا کر گھر میں بہت اونچے طاق پر بہت ادب سے رکھ دیا۔ اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بشر! تم حالت بے ہوشی میں تھے شراب پئے ہوئے تھے لیکن تم نے میرا نام ادب کے ساتھ زمین سے اٹھالیا اور عطر لگایا اور بوسہ لیا۔ اس وقت بھی تم مجھ سے بے ہوش نہ تھے دنیا سے بے ہوش تھے شراب کی بے ہوشی تو تھی لیکن اس بے ہوشی میں تم نے مجھ کو یاد رکھا۔ اس کے صدقہ میں نے تم کو آج سے اپنا ولی بنالیا اور تمہاری روح کو جذب کیا۔ اس کے بعد جب انہوں نے ولایت کا مقام پالیا تو ایک دن یہ آیت تلاوت کی: "اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝" (ترجمہ) "کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا"۔ حضرت بشر حافیؒ نے جوتے اتار دیئے کہ اے خدا میں تیرے فرش پر جوتے پہن کر نہیں چلوں گا۔ (لیکن یہ شرعی مسئلہ نہیں ہے خوب سمجھ لیجئے بس ان پر ایک حال غالب ہو گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی قدردانی و بندہ نوازی:

اللہ تعالیٰ نے ان کی قدر کی اور زمین کو حکم دیا کہ اے زمین بشر کی گزرگاہ سے نجاست کو نگل جایا کرتا کہ میرے بشر کے پاؤں میں نجاست نہ لگے۔ چنانچہ جہاں کہیں سے گزرتے تھے اگر وہاں نجاست پڑی ہوئی ہوتی تو حضرت بشر کے قدم رکھنے سے پہلے زمین پھٹ جاتی اور نجاست کو نگل لیتی۔ (مواعظ درد محبت)

فائدہ: مذکورہ بالا واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ آدمی جتنا بھی گناہ گار اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو توبہ کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی اور مقرب بندہ بن جاتا ہے اور دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ آدمی جتنا بھی گنہگار ہو لیکن ادب و احترام کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ بن جاتا ہے کیونکہ ادب ہر نیکی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت بشر حافیؒ ایک شرابی آدمی تھے لیکن ادب واحترام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطا فرما کر اپنا ولی بنالیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ کرامت و عزت بھی عطا فرمائی کہ ان کے لئے زمین نجاست نگل لیتی تھی۔

(۹) جگر مرادآبادیؒ کی توبہ کا واقعہ:

جگر مرادآبادیؒ وہ شخص تھے جو حضرت تھانویؒ کی خدمت وصحبت کی برکت سے کیا سے کیا بن گئے تھے۔ اب بھی کچھ ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے جگر مرادآبادی کو دیکھا ہوگا۔ وہ ہندوستان کے مانے ہوئے شاعر تھے اور غزل کہنے میں اپنے وقت کے امام تھے۔ جگر صاحبؒ کے جاننے والے لوگوں میں سے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ خاص خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ بھی تھے۔ وہ ڈپٹی کلکٹر تھے لیکن شکل سے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا فرشتہ ہیں۔ سُفید ٹوپی، سُفید لمبا کُرتا، شلوار ٹخنوں سے اوپر، نورانی چہرہ، اور تسبیح

ہاتھ میں لئے ہوئے، کہاں ڈپٹی کلکٹر اور کہاں یہ شکل وصورت۔ایک مرتبہ جگر صاحب کی خواجہ صاحب سے ملاقات ہوئی، جگر صاحب نے کہا۔خواجہ صاحب یہ روپ کہاں سے لائے ہو، اتنا پیارا روپ آپ کو کہاں سے ملا ہے؟ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ تھانہ بھون میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ جلوہ افروز ہیں یہ سب اُن کا صدقہ ہے۔جگر صاحب نے کہا خواجہ صاحب! میرا بھی حضرت تھانویؒ کی خدمت میں جانے کو بہت دِل چاہتا ہے۔ مگر مجھے شراب نوشی کی ایک ایسی بُری عادت عادت لگی ہوئی ہے۔کہ جس کی وجہ سے میں وہاں نہیں جاسکتا کیونکہ اگر میں وہاں جاؤں گا تو میں وہاں بھی شراب پیئے بغیر نہیں رہ سکوں گا یہ عادت تو میری زندگی کا لازمی حصہ بن چکی ہے اس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا اور اس عادت کے ہوتے ہوئے میں حضرت تھانویؒ کے ہاں جا نہیں سکتا۔اگر اسی حالت میں جاؤں تو نامعلوم حضرت اجازت بھی دیں گے یا نہیں؟ اِس لئے خواجہ صاحب! آپ مجھے یہ بتائیں اگر میں شراب نوشی کا عادی رہتے ہوئے تھانہ بھون چلا جاؤں تو وہاں مجھے شراب پینے کی اجازت مِل جائے گی؟ خواجہ صاحب مختصراً جواب دیتے ہوئے فرمایا: بھئی مجھے تو معلوم نہیں اِس بارے میں، میں خود کچھ نہیں کہہ سکتا، بظاہر شراب نوشی کی اجازت ملنا مشکل کام ہے۔تاہم میں آپ کو پوچھ کر بتادوں گا۔

جب خواجہ صاحب حضرت تھانویؒ کے خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ حضرت! جگر صاحب سے میری ملاقات ہوئی تھی اور وہ آپ کے پاس آنے کے لئے اپنی خواہش کا اظہار کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ میرے اندر شراب نوشی کی ایسی بُری عادت ہے کہ اس کے بارے میں نامعلوم حضرت کیا کہیں گے اور مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت بھی دیں گے یا نہیں۔حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ خواجہ

صاحب آپ نے کیا جواب دیا؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ میں نے انہیں یہ کہہ دیا کہ بھئی! خانقاہ میں شراب نوشی کی اجازت ملنا مشکل ہے۔ یہ سُن کر حضرت تھانویؒ نے فرمایا ارے خواجہ صاحب! آپ نے صحیح جواب نہیں دیا، خیر کوئی بات نہیں، آئندہ اگر ملاقات ہو جائے تو میرا اسلام کہنا اور یہ کہنا کہ جب رسول اللہ ﷺ کافر کو اپنا مہمان بنا سکتے ہیں تو ''جگر'' تو پھر مسلمان ہے۔ میں اپنے گھر میں ایک کمرہ ان کے حوالے کر دوں گا۔ پھر وہ جانیں اور اُن کا خدا جانے ہاں البتہ خانقاہ میں شراب نوشی کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ اِس لئے کہ وہ قومی ادارہ اور قومی امانت ہے۔ وہاں پر ایسی چیزوں کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

خواجہ صاحب نے یہ جواب جب جگر صاحب کو سنایا تو وہ زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہائے! مجھ جیسے نالائق کو بھی حضرت قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ''اللہ اکبر'' بس پھر کیا تھا جگر صاحب حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آگے اِس قصے میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ شیخ کامل کی خدمت وصحبت میں پہنچنے پر کیا تبدیلی ہوتی ہے۔

''حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضری اور چار دُعائیں''

بہر حال! جگر صاحب حضرت تھانویؒ کی خدمت میں پہنچے۔ اور یہ عرض کیا۔ کہ حضرت! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ میرے لئے چار دعائیں فرما دیجئے۔

(۱)۔۔۔۔۔پہلی دُعا یہ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ شراب نوشی کی عادت مجھ سے چھڑوا دیں۔ میں نے پینے کو تو بے حساب پی لی ہے۔ اب یوم حساب کا ڈر ہے کہ آخرت میں کیا ہوگا؟ بس اللہ تعالیٰ مجھے اِس گناہ سے نجات دیدیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب دِل میں گناہ سے بچنے کی فکر اور خوف ہو تو پھر اِس گناہ سے بچنے کے اسباب بھی حق تعالیٰ پیدا فرما دیتے ہیں۔ مگر جو شخص گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے اور گناہ سے بچنے کا ارادہ ہی نہ کرے تو پھر کیا اللہ تعالیٰ

زبردستی توفیق دیدی گے، ہرگز نہیں، اِسی بات کو قرآن کریم نے بھی بیان کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ٥''

(ترجمہ)''کیا ہم زبردستی اپنی رحمت تمہارے چمٹادیں، حالانکہ تم اِس کو ناپسند کرتے ہو۔''

بہر حال! جگر صاحب شراب تو پیتے تھے مگر اللہ کا خوف، پکڑ اور حساب و کتاب کا ڈر لگا رہتا تھا۔ اور یہی ڈر حضرت تک انہیں لے کر آیا اور انہوں نے آکر سب سے پہلے شراب نوشی کے ترک کرنے کی دعا کرائی۔

(۲)۔۔۔۔۔دوسری دعا جگر صاحب نے حضرت تھانویؒ سے یہ کرائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے داڑھی رکھنے کی توفیق عطا فرمادیں۔

(۳)۔۔۔۔۔تیسری دعا یہ کرائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حج بیت اللہ نصیب فرمادیں۔

(۴)۔۔۔۔۔چوتھی دعا یہ کرائی کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں میری مغفرت فرمادیں۔

یہ چار دُعائیں جگر صاحب نے حضرت سے کرائیں۔ حضرت نے چاروں دعائیں سن کر دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھادیئے۔ اللہ والوں کی دعائیں دِل سے نکلتی ہیں اور عرش تک پہنچنے والی ہوتی ہیں۔ ہماری طرح ان کی دعائیں نہیں ہوتیں۔ بہر حال! حضرت نے چاروں دعائیں فرمادیں اور حضرت کی اِس دعا کا نقد اور فوری اثر یہ ظاہر ہوا کہ پہلی ہی ملاقات میں جگر صاحب نے شراب نوشی سے سچی توبہ کرلی۔ شراب نوشی چونکہ جگر صاحب کی بہت پُرانی عادت تھی۔ اور شراب نوشی اچانک ترک کردینے سے انسان عام طور پر بیمار ہوجاتا ہے۔ یہی جگر صاحب کے ساتھ ہوا۔ وہ بھی بیمار پڑ گئے، اب چونکہ وہ ہندوستان کے

مانے ہوئے شاعر تھے اور ہندوستان کی انہیں ایک قومی امانت سمجھا جاتا تھا، اِس لئے بڑے بڑے ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹر ان کے علاج کے لئے جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ جگر صاحب! آپ کی بیماری کا واحد حل اور علاج یہی ہے کہ آپ کو تھوڑا بہت شراب پینا ہی پڑے گا ورنہ جان نکل جائے گی، ہاں آہستہ آہستہ چھوڑنے میں بیماری سے افاقہ ممکن ہے۔

یہ سُن کر جگر صاحب نے ڈاکٹروں سے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر میں شراب پیتا رہوں گا تو مزید کتنے دِن زندہ رہوں گا؟ ڈاکٹروں نے کہا کہ کم از کم آٹھ دس سال تک آپ شراب نوشی کرتے ہوئے مزید زندہ رہ سکتے ہیں۔ جگر صاحب نے کہا کہ ''شراب پی پی کر دس سال تک قہرِ الٰہی میں زندہ رہنے سے بہتر ہے کہ میں شراب نہ پی کر دس سال پہلے ہی سایۂ رحمت میں مَر جاؤں'' سبحان اللہ! کیا پیارا جواب ہے؟ جب انسان ایسا تہیہ کر لیتا ہے تو پھر اللہ بھی ضرور مدد فرماتے ہیں۔ پھر خدا کی شان دیکھئے کہ اللہ پاک نے انہیں اِس بیماری سے اور گناہ سے صحت و نجات عطا فرمائی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ صحت مند ہو گئے اور جب تک اللہ پاک نے انہیں زندگی عطا فرمائی وہ زندہ رہے۔ اِس طرح شراب کی لعنت سے ان کی جان چھوٹ گئی۔ یہ سچی توبہ حضرت تھانویؒ کی دعا کی برکت سے حاصل ہوئی۔

اِس کے بعد جگر صاحب حج کرنے کے لئے بھی تشریف لے گئے چار پانچ مہینے وہاں رہے تو ایک مشت داڑھی بھی آ گئی وہاں تو انہیں آئینہ دیکھنے کا موقع نہ مِلا واپس آ کر جہاز سے اُترتے ہوئے آئینہ دیکھا تو خوشی اور شکر کے ملے جلے جذبات میں انہیں نے یہ شعر کہا:

چلو دیکھ آئیں ماجرا جگر کا

سنا ہے وہ کافر مسلمان ہو گیا

اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ دو دعائیں بھی قبول فرمالیں کہ حج بھی نصیب ہو گیا اور داڑھی بھی سنت کے مطابق آ گئی۔ یہ شعر جگر صاحب نے جہاز سے اترتے وقت کہا تھا۔ اِس کے بعد وہ بمبئی سے لکھنؤ پہنچے، اسٹیشن سے باہر نکل کر تانگے میں بیٹھے۔ جگر صاحب ہندوستان کے اتنے مقبول شاعر تھے کہ وہ تانگے کے پیچھے والے حصہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور اِس کے اگلے حصہ میں تانگہ والا یہی شعر پڑھ رہا تھا کہ:

چلو دیکھ آئیں ماجرا جگر کا

سنا ہے وہ کافر مسلمان ہو گیا

جگر صاحب نے جب تانگا چلانے والے سے یہ شعر سُنا تو اندر ہی اندر زار و قطار رونے لگے کہ میں نے شعر کہاں پڑھا تھا اور کہاں اِس کی زبان سے یہی شعر ادا ہو رہا ہے۔ اِس کے بعد انہوں نے کہا کہ میری تین تمنائیں پوری ہو گئیں کہ شراب نوشی کی عادت بھی چھوٹ گئی حج بھی نصیب ہو گیا اور ایک مشت داڑھی بھی آ گئی اب چوتھی دُعا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میری آخری دُعا بھی قبول فرما کر آخرت میں میری مغفرت بھی فرما دیں گے۔ (اصلاحی بیانات جلد ۴)

(۱۰) حکایتِ توبہ صادقہ حضرت نصوح:

ایک شخص تھے جن کا نام نصوح تھا، تھے مرد مگر شکل اور آواز بالکل عورتوں کی سی تھی اور شاہی محلات میں بیگمات اور دخترانِ خسرواں کو نہلانے اور میل نکالنے کی خدمت پر مامور تھا اور عورت کے لباس میں یہ شخص ملازمہ اور خادمہ بنا ہوا تھا۔ چونکہ یہ مرد شہوتِ کاملہ

رکھتا تھا اس لئے مالش زنانِ خسروان سے نفسانی لذّت بھی خوب پاتا اور جب بھی یہ توبہ کرتا اس کا نفس ظالم اس کی توبہ کو توڑ دیتا۔ ایک دِن اس عاجز نے سُنا کہ کوئی بڑے عارف بُزرگ تشریف لائے ہیں یہ بھی حاضِر ہوا اور کہا ؎

رفت پیشِ عارفے آں زشت کار　　گفت ما ادر دُعائے یاددار

''یہ گنہگار عارف کے سامنے گیا اور کہا کہ ہم کو دُعا میں یاد رکھئے''۔

آں دُعا از ہفت گردوں درگزشت　　کارآں مسکیں بآخر خُوب گشت

اُن بزرگ کی دُعا سات آسمانوں سے اوپر گذر گئی یعنی اس عاجز مسکین کا کام بن گیا۔

یک سبب انگیخت صنعِ ذوالجلال　　کہ رہانیدش زنفرین و وبال

اس خدائے ذوالجلال نے اپنی قدرۃِ خاصّہ سے ایک سبب اس کی خلاصی کا پیدا فرمایا۔ وہ سبب یہ غیب سے ظاہر ہوا کہ نصوح اور اس کے ہمراہ جُملہ خادمات کی تلاشی کی ضرورت واقع ہوئی کیونکہ زنان خانہ میں ایک بیش بہا موتی گم ہوگیا۔ حمّام خانے کے دروازہ کو بند کر کے تلاشی شروع ہوئی۔ جب کسی سامان میں وہ موتی نہ ملا۔

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید　　ہر کہ ہستید از عجوز واز نوید

آواز دی گئی کہ سب خادمات عُریاں ہوجائیں خواہ وہ جوان ہوں یا بڈھی ہوں۔ اس آواز سے نصوح پر لرزہ طاری ہوگیا کیونکہ یہ دراصل مرد تھا مگر عورت کے بھیس میں عرصے سے خادمہ بنا ہوا تھا اس نے سوچا کہ آج میں رسوا ہوجاؤں گا اور شاہ غیرت کے سبب اپنی عزّت وناموس کا مجھ سے انتقام لے گا اور مجھے قتل سے کم سزا نہیں ہوسکتی کہ جُرم نہایت سنگین ہے۔

آں نصوح از ترس شدہ در خلوتے

روئے زرد و لب کبود از خَشیَتے

یہ نصوح خوف سے خلوت میں گیا۔ چہرہ زرد۔ ہونٹ نیلے ہو رہے تھے ہیبت سے۔

پیشِ چشمِ خویش اومی دید مرگ

سخت می لرزید او مانندِ برگ

نصوح موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور مثلِ برگ لرزہ براندام ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں یہ سجدہ میں گر گیا اور رو رو کر کہنے لگا۔

گفت یارب بار ہا برگشتہ ام

تو بہا و عہد ہا بشکستہ ام

کہا نصوح نے اے رب بار ہا مَیں نے راستہ غلط کر دیا اور توبہ اور عہد کو بار ہا توڑ دیا۔

اے خدا آں کن کہ از تو می سزَد

کہ زِ ہر سوراخ مارم می گزَد

اے خدا اب وہ معاملہ کیجئے جو آپ کے لائق ہے کیونکہ میرے ہر سوراخ سے میرا سانپ مجھے ڈس رہا ہے۔

نوبتِ جُستن اگر در من رسد

وہ کہ جانِ من چہ سختیہا کشد

اگر موتی کی تلاشی کی نوبت خادمات سے گذر کر مُجھ تک پہنچی تو اُف میری جان کس قدر سختی اور بلا کا عذاب چکھے گی۔

گر مرا ایں بار ستاری کُنی

توبہ کردم من زِ ہر کرونی

اگر آپ اس مرتبہ میری پردہ پوشی فرمادیں تو مَیں نے توبہ کی ہر نالائق فعل سے نصوح یہ مناجات کرتے کرتے کہنے لگا کہ:

در جگر افتادہ ہستم صد شرر

در مناجاتم ببیں خونِ جگر

اے رب میرے جگر میں سیکڑوں شعلے غم کے بھڑک رہے ہیں اور آپ میری مناجات میں میرے جگر کا خُون دیکھ لیں کہ میں کس طرح حالتِ بیکسی اور درد سے فریاد کر رہا ہوں۔

نصوح اپنے رب سے گریہ وزاری کر ہی رہا تھا کہ آواز آئی۔

جملہ را جُستیم پیش آ اے نصوح

گشت بیہوش آں زماں پرّید روح

یہ آواز آئی کہ سب کی تلاشی ہو چکی اب اے نصوح! تو سامنے آ اور عریاں ہو جا۔ یہ سُننا تھا کہ نصوح اس خوف سے کہ ننگے ہونے سے میر پردہ فاش ہو گیا۔ اور اس کی روح عالمِ بالا کی سیر میں مشغول ہوئی۔

جان بحق پیوست چو بیہوش شد

بحر رحمت آں زماں در جوش شد

اس کی روح بیہوشی کے وقت حق سے قریب ہوتی اور بحرِ رحمت کو اس وقت جوش آیا اور حق تعالیٰ کی قدرت سے نصوح کی پردہ پوشی کے لئے بلا تاخیر فوراً موتی مل گیا۔

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم

شد پدید آں گُم شدہ دُرِّ یتیم

اچانک آواز آئی کہ خوف ختم ہوا اور وہ موتی گُم شدہ مل گیا۔

آں نصوح رفتہ باز آمد بخویش

دیدہ چشمش تابشِ صد روزہ پیش

وہ بے ہوش نصوح پھر ہوش میں آ گیا اور اس کی آنکھیں سیکڑوں دِن سے زیادہ روشن تھی یعنی عالمِ بیہوشی میں نصوح کی روح کو حق تعالیٰ کی رحمت نے تجلیات قرب کا مشاہدہ کرا دیا تھا جس کے انوار اس کی آنکھوں میں بعد ہوش کے بھی تاباں تھے۔ شاہی خاندان کی عورتوں نے نصوح سے معذرت کی اور شفقت سے کہا کہ ہماری بدگمانی کو مُعاف کر دو ہم نے تم کو بہت تکلیف دی۔

بدگماں بودیم مارا کن حلال

لحمِ خود در دیم اندر قیل وقال

ہم بدگمان تھے ہم کو مُعاف کر ہم نے قیل قال سے تیرا گوشت کھایا یعنی غیبت یا تلاشی کے خوف سے۔

گفت بد فضلِ خدا اے داد گر

ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر

نصوح نے کہا کہ یہ خُدا کا فضل ہو گیا مُجھ پر اے مہربانو! ورنہ جو کچھ میرے بارے میں کہا گیا ہے ہم اس سے بھی بُرے اور خراب ہیں۔

اس کے بعد سلطان کی ایک دختر نے اس کو مالش اور نہلانے کو کہا مگر نصوح اللہ والا ہو چکا تھا اور بے ہوشی میں اس کی روح قرب کے خاص مقام پر فائز ہو چکی تھی اتنے قوی تعلق مع اللہ اور یقین کی نعمت کے بعد گناہ کی ظلمت کی طرف کس طرح رُخ کرتا کہ روشنی کے بعد ظلمت سے کراہٹ محسوس ہونا فِطری امر ہے۔ نصوح نے دخترِ شاہ سے کہا:

گفت زورِ دست من بیکار شد
دیں نصوحِ تو کنوں بیمار شد

نصوح نے کہا کہ اَے دختر! میرے ہاتھ کی طاقت اب بیکار ہو چکی ہے اور تمہارا نصوح اب بیمار ہو گیا ہے یعنی اس حیلہ سے اس نے اپنے کو گُناہ سے بچایا۔

با دلِ خود گفت کز حد رفت جُرم
از دلِ من کے رود آں ترس و کُرم
کرم (کاف پر پیش) بمعنی غم (غیاث)

''نصوح نے اپنے دِل میں کہا کہ میرا جُرم حد سے گذ گیا اب میرے دِل سے وہ خوف اور غم کیسے نکل سکتا ہے۔''

توبۂ کرم دم حقیقت با خدا
نشکنم تا جاں شود از تن جُدا

نصوح نے کہا مَیں نے حقیقی توبہ اپنے مولیٰ سے کی ہے مَیں اب اس توبہ کو ہرگز نہ توڑوں گا خواہ جان ہی میرے تن سے جُدا ہو جاوے۔

فائدہ: اس واقعہ سے حسب ذیل نصائح ملتے ہیں۔

(الف) اپنی گندی حالت سے کبھی نا اُمیدی نہ ہونی چاہیئے۔ حق تعالیٰ کی رحمت ہر حالت کی اصلاح پر قادر ہے۔

(ب) اللہ والوں سے دعا کی درخواست بھی اپنی اصلاح کے لئے کرنے چاہیئے کیسا کہ نصوح نے کیا اور بامراد ہوا۔

(ج) حالت اضطرار میں اللہ تعالیٰ سے جسطرح نصوح رجوع ہوئے ان کے اس دردناک

مضمون سے تضرع وگری وزاری کا سلیقہ اور عنوان کا عمدہ سبق ملتا ہے۔

(د) نصوح کی عمرِ طویل گناہوں میں گزری تھی اور کس قدر خطرناک حالت تھی مگر حق تعالیٰ نے ان کی ہدایت تھی غیب سے راہ پیدا کی اور توبہ صادقہ کی توفیق بخشی اور انکی توبہ کا مقام آخری شعر میں درج ہے۔ دراصل تائبین کے لئے بڑا اسبق آموز ہے یعنی

نشکنم تا جاں شود از تن جُدا

سبحان اللہ، اللہ کے سچے بندوں کا یہ کیا ہی پیارا عہد ہے جوان کے عظیم المرتبت اور عظیم الحوصلہ اور عظیم الہمت ہونے پر بڑی دلیل ہے کہ خواہ جان جسم سے جُدا ہو جائے مگر مَیں اپنی توبہ اور عہد کو نہ توڑوں گا۔ خُدا ہم سب کو ایسی ہی توبہ نصوح فرما دیں۔ آمین۔ اللہم وفقنا لما تحب و ترضٰی۔ (معارف مثنوی)

ایک نوجوان بدکار شخص کا واقعہ:

کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک فاسق و بدکار شخص رہتا تھا۔ اس کا فسق و فجور حد سے بڑھ گیا تھا لوگ اس کو منع کرتے کرتے تنگ آ گئے تھے۔ آخر لوگوں نے خدا کے آگے زاری کی "فَاَوۡحَی اللّٰہُ تَعَالیٰ اِلٰی مُوۡسٰی علیہ السلام اِنَّ فِیۡ بَنِیۡۤ اِسۡرَائِیۡل شَابًا فَاسِقًا فَاَخۡرِجۡہُ مِنۡ بَلَدِہِمۡ حَتّٰی لَا تَقَعُ عَلَیۡہِمُ النَّار بِسَبَبِ فِسۡقِہٖ"

"اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل میں ایک نوجوان فاسق ہے۔ اس کو اس شہر سے نکال دو تا کہ ان کی گناہوں کی وجہ سے قوم پر عذاب نہ آ جائے"۔ حضرت موسیٰؑ آئے اور اُس کو نکال دیا۔ وہ نوجوان کسی گاؤں میں چلا گیا۔ پھر وہ نوجوان کسی غار میں چلا گی جہاں نہ کوئی خلقت تھی نہ زراعت نہ وحشی اور نہ پرندے۔ پس اس غار میں

بیمار پڑ ھ گیا۔ اس حالت میں کوئی اس کا مدد گار نہ تھا۔ بیچارے نے زمین پر سر رکھ دیا اور کہنے لگا "لَوْ کَانَتْ وَالِدَتِیْ عِنْدَ رَأْسِیْ لَرَحِمَتْنِیْ وَلَبَکَتْ عَلٰی مَذَلَّتِیْ"۔

"اگر اس وقت میری ماں میرے پاس ہوتی تو مجھ پر رحم کھاتی اور میری حالت زار پر روتی"۔ اور اگر میرا باپ حاضر ہوتا تو میری مدد کرتا اور میری غمخواری کرتا۔ اور اگر میری بیوی حاضر ہوتی تو میری جدائی پر روتی۔ اور اگر میری اولاد حاضر ہوتی تو میرے جنازے کی پیچھے روتی اور وہ لوگ دُعا مانگتے۔ "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِوَالِدِنَا الْغَرِیْبِ الضَّعِیْفِ الْعَاصِیْ الْفَاسِقِ الْمَطْرُوْدِ مِنْ بَلَدِہٖ اِلٰی قَرْیَۃ"

"کہ الٰہی ہمارے والد غریب الوطن ضعیف البنیان گنہگار بدکار کو بخشیو جو وطن سے جلاوطن کیا گیا ہے"۔ اور گاؤں میں دھکیلا گیا اور گاؤں سے غار میں ڈالا گیا اور غار سے آخرت کی طرف کوچ کرتا ہے اور ہر ایک چیز سے ناامید ہے۔ پھر کہنے لگا "اَللّٰھُمَّ قَطَعْتَنِیْ عَنْ وَّالِدِیْ وَاَوْلَادِیْ وَزَوْجَتِیْ"

یا الٰہی تو نے مجھے میرے باپ و اولاد و بیوی سے جدا کر دیا" "فَلَا تَقْطَعْنِیْ مِنْ رَّحْمَتِكَ" "مگر اپنی رحمت سے ناامید و جدا نہ کریو" "فَاِنَّکَ اَحْرَقْتَ قَلْبِیْ بِفِرَاقِھِمْ فَلَا تُحْرِقْنِیْ بِنَارِکَ لِاَجْلِ مَعْصِیَتِیْ" "یا مولا تو نے اُن کی جدائی سے میرے دل کو جلایا ہے مگر میرے گناہ کے بدلے مجھے آگ سے مت جلائیو"۔ جب وہ اس حالت میں تھا تو اللہ نے ایک حور کو اُس کی ماں کی شکل میں اور ایک حور کو اُس کی بیوی کی شکل میں اور چند غلاموں کو اُس کی اولاد کی صورت میں اور ایک فرشتے کو اُس کے باپ کی شکل میں بھیج دیا۔ وہ آ کر اُس کے پاس بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ وہ اُنہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ میرا باپ، میری بیوی و بال بچے میرے پاس حاضر ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد اس کی روح پرواز

کر گئی اور اللہ نے اس کے گناہ معاف کر کے پاک وصاف اپنے پاس بلا لیا۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ فلانی غار میں جاؤ کہ وہاں ہمارا ایک دوست فوت ہو گیا ہے اُس کی جا کر تجہیز وتکفین کرو۔ جب موسیٰؑ وہاں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ وہی نوجوان ہے جس کو اُنہوں نے خدا کے حکم سے پہلے شہر سے گاؤں کی طرف اور پھر گاؤں سے غار کی طرف نکالا تھا اور حوروں کو اُس کے گرد بیٹھا ہوا دیکھا۔ موسیٰؑ نے عرض کیا ''یَا رَب أَمَّا هٰذا الشّاب الذِیْ أَخْرَجته مِنَ الْبَلَدِ وَمِنَ الْقَرْیَةِ بِأَمْرِکَ؟'' ''عرض کیا یا الٰہی یہ تو وہی بدکار جوان ہے جس کو میں نے تیرے حکم سے پہلے شہر سے گاؤں کی طرف نکالا تھا''۔ خدا نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ میں نے اس پر رحم کیا اور اس کے اپنے وطن وماں باپ واولاد کی جدائی میں رونے سے اس کے گناہوں کو معاف کر دیا اور حوروں اور فرشتوں کو اُس کے اقارب کی شکل میں بھیج دیا کہ اس کی غربت پر رحم کھائیں۔ اے موسیٰؑ جب کوئی غریب الوطن مسافر مرجاتا ہے تو اُس پر زمین وآسمان کے رہنے والے رحم کھاتے ہیں تو میں کیونکر رحم نہ کروں حالانکہ میں ارحم الرحمین ہوں۔ (مکاشفۃ القلوب)

ایک کفن چور نوجوان کا واقعہ:

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ ایک واقعہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو ان کی آنکھوں سے آنسوں جاری تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مَا یَبْکِیْکَ یَا عُمر''؟ عمر! کیوں رو رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: آپ کے دروازے کے باہر ایک نوجوان کو زاروقطار روتے دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ اس کو روتے دیکھ کر مجھے بھی رونا آ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے اندر لے آؤ۔ نوجوان اندر آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا "مَا یُبْکِیْکَ یَا شَابّ"؟ اے نوجوان کیوں رو رہے ہو؟ اس نے جواب میں کہا: حضور! میرے گناہ حد سے بڑھ گئے ہیں اور اب ڈر رہا ہوں کہ اللہ مجھ پر ناراض ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: "اَشْرَکْتَ بِاللّٰہِ شَیْئاً یَا شَابّ؟" کیا تو نے کوئی شرک کیا ہے؟ "قَالَ لَا" اس نے جواب دیا نہیں۔ "قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا بِغَیْرِ حَقٍّ؟"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کسی کو قتل کیا ہے؟ "قَالَ لَا" اس نے کہا نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تیرا گناہ معاف کر دے گا، خواہ وہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے بھی بڑا ہو۔

اس نوجوان نے عرض کیا: حضور! میرا گناہ سات آسمانوں، سات زمینوں اور اونچے اونچے پہاڑوں سے بھی بڑا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرا گناہ اللہ کی کرسی سے بھی بڑا ہے؟ اس نے کہا: میرا گناہ کرسی سے بھی بڑا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ کا عرش؟ اس نے کہا: میرا گناہ عرش سے بھی بڑا ہے۔

"قَالَ ذَنْبُکَ اَعْظَمُ اَمْ اِلٰھُکَ؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرا گناہ بڑا ہے یا تیرا معبود؟ (یعنی اللہ کی معافی کی طاقت اور رحمت) "قَالَ بَلِ اللّٰہُ اَعْظَمُ وَاَجَلّ" اس نے کہا اللہ بلند و برتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بڑے گناہ کو رب عظیم ہی معاف کردے گا۔ عظیم سے آپ کا مطلب تھا، وہ ''بڑا'' جس کی بڑائی سب پر چھائی ہوئی ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: بتا! تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نوجوان نے عرض کیا: میں ایک کفن چور ہوں۔ سات سال سے میرا یہی پیشہ ہے۔ نئے نئے مرنے والوں کی قبر کھول کر ان کے کفن نکال لیتا ہوں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک انصاری کی نوجوان بیٹی فوت ہوئی تھی۔ میں نے اس کی قبر کھول کر کفن کھینچ لیا اور وہاں سے چل دیا۔ پھر مجھ پر شیطان سوار ہوا۔ واپس گیا اور اس مردہ لڑکی سے زنا کی۔ فارغ ہو کر تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ ''اِذْ قَامَتِ الْجَارِیَۃُ وَقَالَتْ: وَیْکَ یَا شَابّ'' کہ وہ لڑکی زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور مجھ سے کہا: افسوس ہے نوجوان! تجھے قیامت کے دن فیصلے کرنے والے (اللہ تعالیٰ) سے حیا نہ آئی جو ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے گا۔ تو نے مجھے اس مردوں کی بھیڑ میں ننگا کر کے چھوڑ دیا ہے اور مجھے ناپاک کر دیا ہے۔ اب میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے اسی حالت میں پیش ہوں گی۔

یہ سن کر فَوَثَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''وَھُوَ یَدْفَعُ فِیْ قَفَاہُ وَھُوَ یَقُوْلُ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نوجوان پر جھپٹے اور اسے گردن سے پکڑ کر یہ کہتے ہوئے باہر نکال دیا، بدکار تجھ سے بڑا جہنمی کون ہوگا، چل دفع ہو یہاں سے۔ وہ نوجوان چلا گیا اور چالیس دن تک رات کی تاریکی میں توبہ واستغفار کرتا رہا۔ چالیس دن کے توبہ واستغفار کے بعد اس نے آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر یہ دعا کی:

یَا اِلٰہ محمد وآدم وحوا ان کُنْتَ غَفَرْتَ لِیْ فَاعْلِمْ محمدًا وَاَصْحَابَہٗ وَاِلَّا فَاَرْسِلْ نَارًا مِنَ السَّمَآءِ فَاَحْرِقْنِیْ بِھَا وَنَجِّنِیْ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَۃ''

''اے محمد، آدم اور حوا کے معبود! اگر تو نے میرے گناہ معاف کر دیا ہے تو

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے اصحاب رضی اللہ عنہم کواس کی اطلاع پہنچادے یا پھرآسمان سے آگ بھیج دے جو مجھے جلا کر بھسم کردے اور مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

راوی کہتے ہیں: جبرائیلؑ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ کوسلام کیااورعرض کیا: آپ کارب آپ کوسلام کہتا ہے۔آپ نے جواب میں فرمایا: وہ خودسلام ہے، ہرطرح کی سلامتی اسی کی طرف سے ہےاور ہرسلام لوٹ کراسی کی طرف جاتا ہے۔اس کے بعد جبرائیلؑ نے فرمایا: اللہ آپ سے پوچھتا ہےکیامخلوق کوآپ نے پیدا کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: مجھےاورساری مخلوق کواللہ نے پیدا کیا ہے۔ کیا آپ ان کوروزی پہنچاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: مجھےاوران سب کو اللہ ہی روزی دیتا ہے۔کیا آپ ان کی توبہ قبول کرتے ہیں؟ قَالَ: بَلِ اللّٰہُ یَتُوْبُ عَلَیَّ وَعَلَیْھِمْ'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: میری اورسب کی توبہ اللہ ہی قبول کرتا ہے۔ اس کے بعد جبرائیل امین نے کہا اللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے اس بندے کومعاف کردیا ہے،آپ بھی اسے معاف کردیں۔اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نوجوان کو بلاکر اسے خوشخبری سنائی کہ اللہ نے اسے معاف کردیا ہے۔

(تنبیہ الغافلین)

ایک شرابی کی بخشش کا واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوریؒ سوئے ہوتے تھے۔اُن کوخواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اورفرمایا گیا کہ پڑوسی کا جنازہ تیار ہے،تم جاکراس کا جنازہ پڑھو۔سفیان ثوریؒ جانتے تھے کہ اُن کا پڑوسی بڑا شرابی بندہ تھا۔اب وہ اُٹھ تو بیٹھے،لیکن بڑے حیران

تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے خواب میں فرمایا گیا کہ جاؤ! اس کی نماز جنازہ پڑھ کے آؤ۔ پھر ان کے دل میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی وجہ ہو۔

چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پچھوایا کہ اس کو موت کس حال میں آئی؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک غافل سا بندہ تھا، لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کر رہا تھا:

''اے دُنیا و آخرت کے مالک! اِس شخص پر رحم فرما جس کے پاس نہ دنیا ہے، نہ آخرت''۔ اِس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہوں کو معاف فرما۔۔۔ سبحان اللہ!

ایک زانیہ عورت کی توبہ:

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: میں ایک شب حضور ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلا۔ راستہ میں ایک نقاب پوش عورت کھڑی ہوئی ملی۔ اس نے مجھ سے مسئلہ پوچھا۔ اس کا سوال تھا: میں زنا کی مرتکب ہوئی ہوں، جس سے میرے پیٹ کا بچہ بھی ضائع ہو گیا ہے۔ اب میں توبہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ (بوہریرہ ؓ کہتے ہیں) میں نے اسے جواب دیا: تو نے بہت بڑا گناہ کیا اور ایک جان کو ضائع کر دیا۔ تیری توبہ قبول نہیں ہوگی۔ یہ سُن کر اُس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئی۔

میں نے دوسری صبح نماز فجر کے بعد آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ'' ابو ہریرہ! تو نے بہت بُرا کیا۔ کیا تیرے سامنے یہ آیت نہ تھی: ''وَالَّذِيۡنَ لَا يَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقۡتُلُوۡنَ

النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَلَا یَزۡنُوۡنَ ج وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ یَلۡقَ اَثَامًا یُضٰعَفۡ لَہُ الۡعَذَابُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَیَخۡلُدۡ فِیۡہٖ مُہَانًاO اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًاO

(ترجمہ) اور جولوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو نہیں پکارتے (شرک نہیں کرتے) نہ کسی شخص کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ اور نہ زنا کرتے ہیں۔ (لیکن) جو ایسا کرے وہ گناہ میں پڑ گیا۔ ایسے لوگوں کو قیامت کے روز دوگنا عذاب ہوگا اور اس (عذاب) میں ہمیشہ ذلّت کے ساتھ رہیں گے۔ مگر جس نے توبہ کرلی، ایمان لے آیا اور نیک عمل کرتا رہا، ایسے لوگوں کو برائیوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: میں اسی وقت اس عورت کی تلاش میں نکلا۔ آخر رات کے وقت وہ عورت مجھے مل گئی۔ میں نے اُسے بتایا تیری توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ وہ خوشی سے چیخ اُٹھی اور اس خوشی میں اس نے اپنا باغ اس گناہ کے کفّارہ میں خیرات کردیا۔

حضرت ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں میں جب بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت سعید بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اور (حضرت) ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ برادری قائم ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے گئے۔ سعید بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ غزوہ میں چلے گئے اور اپنے بھائی ثعلبہ رضی اللہ

عنہ کو پیچھے اہل و عیال میں چھوڑ گئے۔ وہ ان کے لئے لکڑیاں اور پانی وغیرہ اپنی کمر پر لاتے تھے۔ مقصد اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ ایک دن ثعلبہ رضی اللہ عنہ گھر میں آئے۔ ابلیس آ کر کہنے لگا ذرا! پردہ کے پیچھے نظر کرو۔ اس نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو اپنی بھاوج پر نظر پڑی جو انتہائی حسین و جمیل تھی۔ صبر نہ ہو سکا اور گناہ میں ملوث ہو گیا۔ عورت نے کہا تو نے ہمارے بارے میں اپنے بھائی کی آبرو کی حفاظت نہیں کی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے گیا ہوا ہے۔ ثعلبہ رضی اللہ عنہ واویلا کرتے اور اپنی ہلاکت کو پکارتے ہوئے پہاڑ کی طرف بھاگ نکلا اور پکار پکار کر کہنے لگا ''الٰھی انْتَ انْتَ وَاَنا اَنا اَنْتَ العوّادُ بالْمغْفرَۃِ وَاَنا الْعَوّادُ بالذُّنُوْبِ وَالْخَطَایا'' ''اے اللہ! تو تو ہی ہے اور میں میں ہوں۔ بار بار مغفرت فرمانا تیرا شیوہ ہے اور بار بار گناہوں اور خطاؤں کا کرنا میری عادت ہے''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ سے واپس تشریف لائے تو سب بھائیوں نے اپنے بھائیوں کا استقبال کیا مگر سعید رضی اللہ کے بھائی ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال نہ کیا۔ وہ سیدھے گھر آئے اور بیوی سے پوچھنے لگے کہ ہمارے اللہ کے نام پر بننے والے بھائی کا کیا حال ہے؟ عورت نے جواب دیا اس سے گناہ ہو گیا ہے جس پر وہ پہاڑ کی جانب بھاگ گیا ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ اپنے اس بھائی کی تلاش میں نکلا۔ اسے دیکھا کہ منہ کے بل سر پر ہاتھ رکھے پڑا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے ہائے میری ذلت! اس شخص کی ذلت جس نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے۔ سعید رضی اللہ عنہ کہنے لگا میرے بھائی! ذرا بتا تیرا یہ حال کیوں ہو رہا ہے؟ ''فقَالَ ثعلبۃ لست بقائم معک حتی تغلَّ یدیَّ الٰی عنقی و تقودنی کما یقاد الْعَبْدُ الذلیل الی باب مولاہ'' ''ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تیرے ساتھ نہیں اٹھوں گا جب تک کہ تو میرے ہاتھوں کو گردن کے پیچھے یوں نہ

باندھے جیسے کہ ایک ذلیل غلام کو اس کے آقا کی خدمت میں لایا جاتا ہے‘‘۔ اس نے یوں ہی کیا اور ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی خمصانہ نامی ایک بیٹی تھی۔ وہ بھی ساتھ چلنے لگی اور اپنے والد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر لے آئی۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں اپنے ایک بھائی کی بیوی کے ساتھ ملوث ہو گیا ہوں جو اللہ کی راہ میں جہاد پر گیا ہوا تھا۔ کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ ’’فقال عمر: اخرج من عندی فقد هممت ان اقوم الیک و آخذ بشعرک اخرج من عندی فلا توبة لک عندی‘‘ ’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میرے پاس سے دفع ہو جا! میرا جی چاہتا ہے کہ اٹھ کر تجھے بالوں سے پکڑ لوں۔ چل نکل یہاں سے! تیری کوئی توبہ نہیں۔ یہ نکل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ کی خدمت میں گیا اور اپنا وہی سوال دہرایا۔ ’’فقال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: اخرج من عندی لا تحرّقنی بِنارک فلا توبة لک عندی ابدًا‘‘ ’’حضرت ابوبکر رضی اللہ فرمانے لگے میرے پاس سے چلا جا! کہیں اپنی آگ کے ساتھ مجھے بھی نہ جلا دینا۔ میرے خیال میں تیری توبہ کبھی بھی قبول نہ ہو گی‘‘۔ یہ وہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اپنا سوال پیش کیا۔ وہ بھی کہنے لگے یہاں سے چلا جا! تیے لئے توبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہاں سے نکل کر ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) اپنے بھائی (حضرت سعد بن عبدالرحمن رض) اور بیٹی سے کہنے لگا کہ ان حضرات نے مجھے مایوس کر دیا ہے مگر مجھے امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے مایوس ہیں فرمائیں گے۔ چنانچہ اپنی بیٹی کے ساتھ در اقدس پر حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو بندھا ہوا دیکھ کر فرمانے لگے تو نے مجھے جہنم کے طوق اور زنجیریں یاد دلا دی ہیں۔ یہ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں اپنے بھائی کی بیوی سے ملوث ہو گیا ہوں، وہ جہاد پر گیا ہوا تھا۔ کیا میری توبہ

قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟ ارشاد ہوا میرے خیال میں تیری کوئی توبہ نہیں لہٰذا یہاں سے چلا جا! اب بیٹی نے بھی صاف کہہ دیا ابا! جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے اصحاب تجھ سے راضی نہیں ہوجاتے تو تو میرا باپ نہیں، میں تیری بیٹی نہیں۔ ثعلبہ رضی اللہ عنہ پھر پہاڑ کی طرف چیخ و پکار کرتا ہوا بھاگ گیا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا میرے اللہ! میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ وہ مجھے مارنے کو تیار ہوگیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اس نے ڈانٹ کر نکال دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اس نے بھی بھگا دیا اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے بھی مجھے مایوس کردیا۔ میرے مولا! تو میرے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے؟ میری دعا پر تو ''ہاں'' کا جواب دے گا یا ''نہیں'' کا۔ اگر تو نے بھی ''نہیں'' کہہ دیا تو ہائے میری ہلاکت، میری بدبختی اور ندامت! اور اگر تیری طرف سے ''ہاں'' ہوگئی تو میری سعادت ہوگی۔ راوی کہتا ہے کہ آسمان سے فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام لے کر آیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مخلوق کو آپ نے بنایا ہے یا میں نے آپ نے جواب دیا کہ میرے آقا! آپ نے ہی بنایا ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کو مغفرت کی بشارت سنادو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ثعلبہ کو کون لائے گا؟ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کھڑے ہوگئے کہ ہم لاتے ہیں۔ حضرت علی اور سلمان رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے کہ ہم لائیں گے۔ آپ نے ان دونوں حضرات کو فرمادیا۔ یہ دونوں نکلے اور اس سمت کا رخ کیا جدھر کو ثعلبہ رضی اللہ عنہ گیا تھا۔ چلتے چلتے مدینہ کا ایک چرواہا ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی دیکھا ہے؟ چرواہا بولا غالباً تم اس کا پتہ پوچھ رہے ہو جو جہنم کے ڈر سے بھاگا پھرتا ہے؟ دونوں نے کہا ہاں وہی۔ ذرا ہمیں اس کا ٹھکانہ

بتاؤ۔ وہ کہنے لگا کہ جب رات چھا جاتی ہے تو وہ اس وادی میں اس درخت کے نیچے آتا ہے اور پکار پکار کر کہتا ہے ہائے میری ذلت و رسوائی! ایسے شخص کی جس نے اپنے رب کی نافرانی کی ہے۔ یہ دونوں ٹھہر گئے۔ رات چھا گئی تو ثعلبہ رضی اللہ عنہ اس درخت کے نیچے آیا اور سجدہ میں گر کر رونے لگا۔ رونے کی آواز سنی تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے آکر کہا ثعلبہ! اٹھ کھڑا ہو، رب العالمین نے تیری مغفرت کر دی۔ یہ کہنے لگا تم میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس حال میں چھوڑ کر آئے؟ سلمان رضی اللہ عنہ جواب دیا جس حال میں اللہ تعالیٰ کو پسند اور تجھے پسند ہے۔ ادھر بلال رضی اللہ نے نماز کی اقامت کہی اور یہ حضرات ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو لے کر مسجد یں داخل ہوئے اور آخر صف میں کھڑا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرأت میں "الھکم التکاثر" پڑھا تو اس نے چیخ ماری اور جب آپ نے "حتی زرتم المقابر" پڑھا تو دوسری چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا سلمان! اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا دو۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور! یہ تو رخصت ہو چکا ہے۔ ادھر بیٹی آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے باپ کا حال پوچھنے لگی اور شوق ملاقات کا اظہار کیا۔ آپ نے مسجد میں داخل ہونے کو فرمایا۔ وہ داخل ہوئی تو دیکھا کہ والد کی لاش کپڑے سے ڈھکی پڑی ہے۔ اس نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور پکار کر حسرت و غم کا اظہار کرنے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا خمصانہ! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ میں تیرا والد بن جاؤں اور فاطمہ تیری بہن ہو؟ وہ عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں راضی ہوں۔ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ قبر کے قریب پہنچے تو پنجوں کے بل چلنے لگے۔ واپسی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ پورے قدم کی بجائے پنجوں پر کیوں چل رہے تھے؟ ارشاد فرمایا عمر! جنازہ کے ساتھ فرشتوں کی اتنی کثیر تعداد تھی کہ قدم رکھنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔

چند اعمال ومراقبات برائے خوف خدا

توبہ میں رقّت قلب (نرم دلی) اور دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ایک لازمی چیز ہے اس لئے بندہ فقیر نے چند باتیں لکھنے کی ضرورت سمجھ کر تحریر کیں جن پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ دل میں نرمی پیدا ہو جائے گی۔ اور دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جائے گا۔ وہ باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) صحبت اہل اللہ:

ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا جن کے دل نرم اور جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو یعنی اولیاء اللہ کی صحبت، کیونکہ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ پھر انسان کا رخ بدلتا ہے۔

روایت میں آتا ہے: ”جالسوا التَّوّابِیْنَ فَاِنَّھُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً“

”زیادہ توبہ کرنے والو کے پاس بیٹھا کرو اس لئے کہ ان کے دل نہایت نرم ہوتے ہیں۔“

(۲) کثرت ذکر:

اکثر اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر واستغفار پڑھنا۔

(۳) مراقبات:

مراقبہ ماخوذ ہے رَقَبَ (ن) ورَقِیْبٌ سے جس کے معنیٰ ہے نگہبان ومحافظ چونکہ مراقبہ میں بندہ اپنے خیال وفکر کی غیر مقصود غیر اللہ سے حفاظت کرتا ہے اس لئے اس بندے کو مراقِب اور

اس عمل کو مراقَبہ کہتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی کئی معانی ہیں لیکن یہاں پر یہ بحث مقصود نہیں ہے۔مندرجہ ذیل مراقبات کا اہتمام کرنا چاہئے مگر اس دوران چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱)۔۔۔۔۔باوضو ہوکر مراقبہ کرنا زیادہ مفید ہوگا۔

(۲)۔۔۔۔۔اگر چلتے پھرتے تصور برقرار نہ رہتا ہوتو پھر قعدہ پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے سر جھکا کر مراقبہ کرے۔

(۳)۔۔۔۔۔یہاں پر ہماری مراد وہ مراقبات نہیں ہیں جو سلاسل اربعہ اور خصوصًا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مشہور معروف ہیں۔ بلکہ یہاں پر ایک فکر وتصور کے معنیٰ میں مستعمل ہیں۔

تنبیہ: اگر اپنے گناہوں کو مستحضر رکھنے میں نفس لذّت محسوس کر رہا ہوتو پھر گناہوں کو بھول جانا ضروری ہے اور اگر گناہوں کو یاد رکھنے میں نفس کو لذّت نہ ہو بلکہ شرم وملامتی اور خوف باری تعالیٰ محسوس ہو رہا ہوتو پھر ہر وقت اور خصوصًا مندرجہ ذیل مراقبات میں گناہوں کو یاد رکھنا زیادہ مفید بلکہ ضروری ہے۔

يَا اَيُّهَا الْمُذْنِبُ الْمُحْصِىْ جَرَآئِمَهُ لَا تَنْسَ ذَنْبَكَ وَاذْكُرْ مِنْهُ مَا سَلَفَا

وَتُبْ اِلَى اللهِ قَبْلَ الْمَوْتِ وَانْزَجِرَا يَا عَاصِيًا وَاعْتَرِفْ اِنْ كُنْتَ مُعْتَرِفَا

’’اے گنہگار اپنے گناہوں کے گننے والے اپنے گناہوں کو مت بھول بلکہ گزشتہ گناہوں کو یاد رکھ، اور مرنے سے پہلے اللہ کی طرف متوجہ ہو اور گناہوں سے باز رہ اور اپنے گناہوں کا اقرار کر، اگر توبہ کرنے والا ہے تو۔‘‘

(۱) مراقبہ عظمت باری تعالیٰ:

طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور مخلوقات میں غور کر کے اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کا تصور کرنا۔

(۲) مراقبہ احسانات باری تعالیٰ:

طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار جسمانی و روحانی احسانات وانعامات کا تصور کرنا۔

(۳) مراقبہ موت:

طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو گناہ گار و مجرم سمجھتے ہوئے سختی سے روح نکلنے کا تصور کرنا اور ساتھ مخلوق کی جدائی کا تصور کرنا جیسے ماں، باپ، بیوی، اولاد، یار دوست اور مال وجائداد وغیرہ اور خود کو اہل قبور میں شمار کر کے یہ تصور کرنا کہ تختہ پر غسل کے لئے کپڑے اتارے جارہے ہیں۔ اور پھر چار آدمیوں کے کندھوں پر جنازے کی طرف لے جانے کا تصور کرنا پھر یہ کہ میرا جنازہ ہورہا ہے۔ پھر قبر کی طرف لے جانے کے بعد یہ کہ مجھ پر لوگ مٹی ڈال رہے ہیں۔ پھر یہ کہ سب لوگ واپس ہوئے اور میں اکیلا قبر میں رہ گیا ہوں اور نکیر منکر نے سوالات شروع کر دیے۔ اور اپنے گناہوں اور عذاب قبر کو سامنے رکھ کر اس تصور میں دیر تک مشغول رہے۔

(٤) مراقبہ آخرت:

طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو گناہ گار و مجرم سمجھ کر اور روز محشر میں قبر سے اٹھنے کا تصور کرنا اور ساتھ یہ بھی کہ سب لوگ اپنے اپنے غموں میں ڈوبے ہیں اور حساب کے منتظر ہیں اور میرے پاس دو فرشتے آئے ایک کے پاس میرا اعمال نامہ ہے اور دوسرا مجھے پکڑ کر میدان محشر اور حساب کی جگہ کی طرف کھینچ کر لے جارہا ہے اور پھر یہ کہ میزان عدل قائم ہے

اور ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرائیل امینؑ بھی کھڑے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں حساب کے لئے پیش ہو رہا ہوں اور اپنے گناہوں کا استحضار کر کے اس تصور میں دیر تک مشغول رہے اور یہ خیال کرے کہ میرا نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہے بھاری نہیں ہے اور برائیوں کا پلڑا بھاری ہو رہا ہے اور ساتھ یہ بھی کہ نہ معلوم کہ میں پل صراط پر گزر کر مؤمنوں کے ساتھ نجات پاؤں گا یا کافروں ومنافقوں کے ساتھ جہنم میں گر جاؤں گا اور یہ خیال کرے کہ نہ معلوم کہ اعمال نامہ مجھے دائیں ہاتھ میں مل جائے گا یا بائیں ہاتھ میں اور ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفتِ قہر وغضب وجہنم کے تصور میں مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت اور جنت کا تصور کرے اور اپنے گناہوں کو مستحضر رکھ کر یہ خیال کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوا تو میں اہل جہنم میں سے ہو جاؤں گا۔ اور اسی تصور میں دیر تک مشغول رہے۔

(۵) مراقبہ شواہد:

طریقہ یہ ہے کہ یہ مراقبہ کرے کہ میں جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ میرے ظاہر و باطن کے احوال پر خبردار ہے اور اللہ تعالیٰ میرے دل کے پوشیدہ خیالات وارادوں پر بھی عالم ہے اور ساتھ یہ بھی کہ قیامت کے دن میرے خلاف پانچ گواہ قائم کر دیے جائیں گے۔

(۱)۔۔۔۔۔زمین کا وہ حصہ جس پر میں گناہ کرتا ہوں۔

(۲)۔۔۔۔۔جسم کے وہ اعضاء جس سے میں گناہ کرتا ہوں۔

(۳)۔۔۔۔۔وہ فرشتے جو میرے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں (کراماً کاتبین)۔

(۴)۔۔۔۔۔وہ اعمال نامہ جس میں اعمال لکھے جاتے ہیں۔

(۵)۔۔۔۔۔وہ زمانہ یعنی دن رات جس میں، میں عمل کرتا ہوں۔

مذکورہ بالا اعمال کرنے کے ساتھ اس دعا کا بھی اہتمام کرے۔

''اَللّٰھُمَّ اَقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا یَحُوْلُ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیکَ وَمِنْ طَاعَتِکَ مَاتُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مُصِیْبَاتِ الدُّنْیَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَآ اَحْیَیْتَنَا وَاجْعَلْہُ الْوَارِثُ مِنَّا۔ وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَا یَرْحَمُنَا۔

(رواہ الترمذی ابواب الدعوات ج۲، ص۱۸۸)

''یا اللہ ہمیں اپنی خشیت سے اتنا حصّہ دے کہ ہمارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور اپنی طاعت سے اتنا حصّہ دے کہ تو ہمیں اس کے ذریعہ سے اپنی جنت میں پہنچا دے۔ اور یقین سے اتنا حصّہ دے کہ اس سے تو ہم پر دنیائی مصیبتیں آسان کر دے۔ اور ہماری سماعتیں اور ہماری بینائیاں اور ہماری قوت کو کام رکھ جب تک تو ہمیں زندہ رکھے۔ اور اسکی خیر کو ہمارے بعد باقی رکھے۔ اور ہمارا انتقام اس سے لے جو ہم پر ظلم کرتا ہے۔ اور ہمیں اس پر غلبہ دے جو ہم سے دشمنی کرتا ہے اور ہمارے دین میں ہمارے لئے مصیبت نہ ڈال اور دنیا کو نہ ہمارا مقصود اعظم بنا اور نہ ہمارے علم کی انتہاء اور نہ رغبت کی منزل مقصود اور ہم پر اس کو حاکم نہ کر جو ہم پر مہربان نہ ہو۔''

فَکَمْ مِنْ صَحِیْحٍ مَاتَ مِنْ غَیْرِ عِلَّۃٍ
وَکَمْ مِنْ سَقِیْمٍ عَاشَ حِیْنًا مِّنَ الدَّھْرِ

''کتنے صحت مند بلا کسی مرض کے موت کے منہ
میں چلے گئے اور بہت سے بیمار مدتوں زندہ رہے۔''